TIGHT BINDING BOOK

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

النشرة الحادية عشر

لمؤتمر التربية والتعليم الاسلامي في الهند

التربية والتعليم

وهي تلك الخطب الاصلاحية العظيمة الشان التي تفضل بالقائها حضرة السيد الامام

حكيم الاسلام السيد محمد رشيد رضا

منشئ مجلة المنار الاغر وناظر مدرسة الدعوة والارشاد بمصر

في مؤتمر ندوة العلماء، والكلية الاسلامية الكبرى في على گڑھ، والكلية العربية الكبرى في ديوبند

مع ترجمتها الاوردية ابان تشريفه الى الهند سنة ١٣٣٠ھ و ١٩١٢ء

امر بطبعها ونشرها للتعميم نفعها حضرة صاحب العزة آفتاب احمد خان رئيس مؤتمر التربية والتعليم الاسلامي في على گڑھ

عني بترجمتها ومباشرة طبعها العبد المفتقر الى رحمة الباري رشيد احمد الانصاري في مطبعة

المطبعة الاحمدية في على گڈھ

فہرست مضامین

الخطبة الافتتاحية الرئيسية التي ألقاها المصلح الشهير الشيخ الاستاذ السيد رشيد رضا رئيس احتفال ندوة العلماء في هذا العام

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور. والصلوٰة والسلام على نبيه ورسوله الذي ارسله ليخرج الناس من الظلمات الى النور. سيدنا محمد خاتم النبيين وامام المصلحين. وعلى اله وصحبه ومن تبعهم في هديهم الى يوم الدين.

ثم انني بعد حمد الله وشكره عودًا على بدء، اشكر لهذه الجمعية

علامہ سید رشید رضا صاحب صدر اجلاس سیزدہم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی افتتاحی تقریر جو انھوں نے ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ میں کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ ورسولہ الذی ارسلہ لیخرج الناس من الظلمات الی النور۔ سیدنا محمدؐ خاتم النبیین وامام المصلحین۔ وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہم فی ہدیہم الی یوم الدین۔

خدائے پاک کے حضور میں حمد وشکر کے بعد میں اس مبارک مجلس ندوۃ العلماء کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ

المباركة جمعية ندوة العلماء
دعوتها اياي من مصر الى
الهند لحضور الاحتفال السنوي
العام الذي تقيمه في هذا العام
وان جعلت دعوتها هذه مبنية
على حسن ظنها بي ورجائها الفائدة
بحضوري ومشاركتي لاعضائها
العلماء الاعلام.

اشكر هذه الجمعية بالقول
كما شكرتها بالفعل بان اجبت
دعوتها ولبيت طلبها، في
وقت انا اشتغل فيه ما كنت
منذ وجدت، فقد كنت
مشتغلا بتأسيس دار الدعوة
والارشاد والنظر في كل ما يحتاج
اليه التاسيس الحسي والمعنوي
من حاجات البناء والاثاث
والماعون وادوات التعليم
والكتب واختيار المعلمين
والمستخدمين وغير ذلك.

جاءتني الدعوة وانا على

اُس نے مجھ کو اپنے عام سالانہ جلسہ
کی شرکت کے لیے مصر سے ہندوستان
آنے کی دعوت دی اور اُس کی یہ دعوت
صرف میرے ساتھ حسن ظن کی بنا پر
تھی اور اس لیے تھی کہ میری شرکت
سے اور ندوۃ العلما کے علما و فضلا
کی ملاقات سے فوائد مترتب
ہوں گے۔

اب میں اس مجلس کا قولاً شکریہ
ادا کرتا ہوں جس طرح میں نے عملاً
اُس کا شکریہ ادا کیا ہے کہ ایسے
زمانے میں جبکہ میں مدرسہ دار الدعوۃ
والارشاد کی بنیاد ڈالنے میں اور
اس کے لیے تیاری عمارت و سامان
و ضروریات تعلیم و نصاب و انتخاب
معلمین وغیرہ میں مشغول تھا
اس مجلس کی دعوت کو لبیک کہا
اور بسروچشم قبول کیا۔

اس دعوت کے پہونچنے وقت
میں نہ صرف انہیں جھگڑوں میں مبتلا
تھا بلکہ بعض واقعات اس سے بھی

ذلك، بل الامر اعظم من ذلك فوافقت ما كانت تصبو اليه نفسي ويحن اليه قلبي من زيارة الديار الهندية واختبار حال التربية والتعليم الاسلامي فيها. ولكن تعارض المانع والمقتضى بل كان هنالك موانع عديدة كل واحد منها كان كافيًا للترجيح فكيف بها وقد اجتمعت.

مضت سنة الله في سجايا البشر وطباعهم في العمل الذي ينزعون اليه بمقتضى نظرتهم ان يرجحوا المانع على المقتضي اذا كان كل منهما نظريا متاطه الرأى والفكر او وجدانيا مناطه الشعور والهوى النفسي واما اذا كان احدهما وجدانيا او يمده الوجدان والاخر ليس كذلك فان الترجيح يكون في الغالب للوجداني، او ما يمده

زیادہ اہم درپیش تھے۔ لیکن یہ دعوت میری خواہش کے مطابق اور دلی اشتیاق کے موافق تھی کیونکہ میں ایک مدت سے ہندوستان کا آرزومند تھا اور دل چاہتا تھا کہ اس ملک کی مذہبی اسلامی تعلیم وتربیت کا معائنہ کروں لیکن درمیان میں موانع پیش آتے گئے اور نہ صرف ایک مانع بلکہ متعدد موانع جن میں سے ہر ایک میرے ارادے کی تعویق کے لیے کافی تھا۔

لیکن انسانی طبائع کے متعلق خدا کا یہ قانون ہے کہ جس امر کی طرف انسان اپنے اقتضائے فطرت کے لحاظ سے مائل ہوتا ہے اور اس کے لیے مانع یا باعث نظری ہوتا ہے جسکا منتہی غور وفکر ہے یا وجدانی ہوتا ہے جسکا منتہی احساس وجذبات ہے ہمیشہ مانع کو باعث ومقتضی پر ترجیح دیتا ہے اور جب مانع ومقتضی میں سے ایک مبنی بر جذبات واحساس ہوتا ہے اور دوسرا ایسا نہیں ہوتا تو ترجیح اکثر وجدانی اور احساسی شے کو دیجاتی ہے۔

ويؤيده الشعور الوجداني
لهذا كانت تغالبني نفسي
على اجابة الدعوة وترك ادارة
مدرسة دار الدعوة والارشاد
بعد فتحها وما على من الدروس
فيها وترك ادارة المنار واعماله
واعتاد غارب الاغتراب النائي
عن التلاميذ والمريدين والاصحاب
وان لم اكن من الذين يرضون
لانفسهم ترجيح مقتضى الشعور
والميل على مقتضى المصلحة والرأي
وان كان من الشعور والهوى
ما هو عين الحق والهدى بدليل
حديث "لا يؤمن احدكم حتى
يكون هواه تبعا لما جئت به"
فتحت مدرسة دار الدعوة والارشاد
وهي منتهى رجائي في خدمة
الاسلام وغاية سعيي في اصلاح
التربية والتعليم واقر الله عيني
برؤيتها والبدء بالقاء الدروس
فيها. ورأيتني مدعوا الى

اس لیے میرا دل اس دعوت کے قبول
کرنے پر اور مدرسہ دار الدعوۃ والارشاد کے
انتظامات اور وہاں کی درس وتدریس اور
رسالہ **المنار** کے تمام انتظامات وضروریات
کے چھوڑ دینے پر اور دوست واحباب
ومعتقدین وتلامذہ سے تھوڑے دن
کے لیے دور ہونے پر مجبور کرتا تھا اور گو
میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں جو مصلحت و
عقل پر احساس کو ترجیح دیتے ہیں اور
اگرچہ بعض احساسات اور خواہشیں
ایسی ہوتی ہیں جو عین ہدایت وراستبازی
ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے "تم میں سے
کوئی اُسوقت تک باایمان نہیں ہوسکتا
جب تک اُس کی خواہش اُس امر کے موافق
نہ ہو جس کو میں لایا ہوں"
وہ مدرسۂ **دار الدعوۃ والارشاد** کھل گیا جو
اسلامی خدمت کے سلسلہ میں میری انتہائے امید
وغایت آرزو ہے اُس کو دیکھ کر اور وہاں کی
درس تدریس کی ابتدا کرکے خدا نے
میری آنکھوں میں ٹھنڈک بخشی تھی مجھ کو
اس کی مفارقت کا پیغام ملا جبکہ

مفارقتها في اول العهد بوصالها والتمكن من التمتع بجمالها، فتجدد لي شعور ووجدان لم يكن عندي في ايام السعي والنصب. وكنت كالعاشق الذي دعي الى ترك معشوقه بعد طول العناء في طلبه۔

هكذا كانت تتنازعني الآراء المتعارضة وتتجاذبني ارواح الشعور المتناوحة حتى عرضت ذلك على اخواني اعضاء ادارة جماعة الدعوة والارشاد بعد ان استشرت غيرهم من الاصدقاء ذوي الرشاد واجتمعت كلمة الجماعة على ان اجيب الدعوة وان اكون فيها سفيرا عنهم ووافدا من قبلهم. احيي بلسانهم ندوة العلماء وجميع من القاه من مسلمي هذه الديار الفضلاء واعرض عليهم رأيي ورأي الجماعة فيما ينبغي

وصال کی ابتدا اور اُس کے جمال سے تمتع حاصل کرنے کا پہلا موقع تھا اسوقت مجھ میں ایک ایسا جذبہ پیدا ہوا جو اس کام کی کوشش کرتے وقت نہ تھا اور میری حالت اُس عاشق کے مثل تھی جو اپنے محبوب کی طلب میں سرگردان تھا اور جب اس کی طلب پوری ہوئی تو مفارقت پر مجبور کیا گیا۔

یہ مختلف خیالات میرے دل و دماغ میں گردش کر رہے تھے۔ آخر میں نے دوستوں کے مشورہ کے بعد اس معاملہ کو جماعت الدعوۃ والارشاد کے ارکان انتظامی کے سامنے پیش کیا ارکان نے بالاتفاق اس بات کو منظور کیا کہ میں آپ کی مجلس کی دعوت کو قبول کروں اور اُن کی طرف سے سفیر ہو کر میں یہاں آؤں اور اُن کی طرف سے ندوۃ العلماء کو اور اس ملک کے اُن تمام مسلمانوں کو جن سے ملنے کا مجکو موقع ملے سلام و تحیت ادا کروں اور اُن کے سامنے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور خدمت اسلام کے متعلق اپنے اور اپنی جماعت کے خیالات پیش کروں۔

لنا وما يجب علينا من خدمة
الاسلام وترقية شأن المسلمين
من طريق التربية والتعليم.

فانا ايها السادة الاخوان
اخاطبكم بالاصالة عن نفسي
وبالنيابة عن جماعة من اخوانكم
المسلمين في مصر الذين يشاركونكم
في مثل شعوركم الشريف وسعيكم
الحميد فكان اجماع الاخوان هو
المرجع الاخير الذي عليه التعويل
وما انا اذا بين ايديكم
لبيكم واحييكم.

ايها الاخوة الكرام.

اذا كنت قد اضعت شيئاً
من وقتكم بذكر كلمات من خبر
رحلتي اليكم فان لي نية صالحة
فيه تتعلق بغرضين : احدهما
ان يكون شفيعالي بين يدي
مذاكرتكم في امر التربية و
التعليم بالاصغاء الى ما
اقول فانه اذا لم يكن قول

اس لیے اے معزز بھائیو! میں تم کو
اپنی طرف سے اصالتاً اور تمہارے اُن
مصری مسلمان بھائیوں کی جماعت کی طرف
سے جو تمہارے شریف احساس
اور محمود کوشش میں تمہارے شریک
ہیں وکالتاً خطاب کرتا ہوں۔ ہاں
اب میں تمہارے سامنے ہوں لبیک
کہتا ہوں اور تحیت دیتا ہوں۔

برادران کرام! اگر میں نے تمہارا
کچھ وقت اپنے سفر کے حالات کے
تذکرہ میں ضائع کیا تو اس میں میری
نیت صالح تھی۔ اور وہ صرف دو
غرضوں سے متعلق ہے۔ اوّل یہ کہ مسئلہ
تربیت و تعلیم کے بحث و مذاکرہ میں
اس بات کا شفیع ہو کہ آپ میری
بات کی طرف کان ضرور دھریں
کیونکہ اگر یہ کسی محقق اور تجربہ کار کے
بیانات نہیں ہیں تو ایک مخلص حبیب
کی نصیحت ضرور ہے۔ اور جس کا یہ
حال ہو وہ اس بات کا مستحق
ہے کہ اگر وہ صحیح کہتا ہے تو قبول

الخبير المدقق فهو قول المحب
المخلص. ومن كان هذا
شأنه فهو جدير بان يتلقى
ما يصيب فيه بالقبول و
ما يخطئ فيه بالعفو والسماح
على انى مشتغل بهذه المسألة
منذ خمس عشرة سنة بحثا
ومذاكرة ومناظرة وكتابة
وخطابة وتعليما. وان المقيم
فى مصر ليسهل عليه ان يعرف
من احوال المسلمين فى تربيتهم
وتعليمهم وسائر شؤونهم
ما لا يسهل على المقيم فى قطر
آخر ولهذا قال بعض عقلاء
الافرنج ان مصر هى الدماغ
المفكر للعالم الاسلامى

والغرض الثانى من تلك
الكلمات ان ابين لكم انى
لست انا الذى اهتم وحدى
بزيارة بلادكم واختبار احوالكم
بل يشاركنى فى ذلك جمهور

کیا جائے اور اگر غلط کہتا ہے تو معاف
کیا جائے۔ میں اس مسئلہ تربیت
و تعلیم میں پندرہ سال سے بحث
و مباحثہ مذاکرہ و مناظرہ تحریر و
تقریر اور تعلیم کے ذریعہ سے
مشغول ہوں۔ اور ایک مصر کے
باشندہ کے لیے مسلمانوں کی تعلیم
و تربیت اور عام حالات کی اطلاع
دوسرے ملک کے باشندہ سے
زیادہ آسان ہے۔ اسی لیے بعض
دانایانِ فرنگ کا قول ہے کہ "مصر جسم
اسلامی کا سوچنے والا دماغ ہے"۔

دوسری غرض حالات سفر کے
بیان سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ صرف
میں ہی تمہارے ملک کی زیارت
اور تمہارے حالات کے معائنہ کا
مشتاق نہیں ہوں بلکہ تمام مصری
اور غیر مصری بھائیوں کی غور و فکر
کرنے والی جماعت اس میں میری
شریک ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ نہ ہر مراد
پوری ہوتی ہے اور نہ ہر تمنا بر آتی ہے۔

المتفکرین من اخواننا المصریین
وکذا غیر المصریین من فضلاء
المسلمین، وکل ما یحبه المرء
ویهتم به یدرکه وینالہ۔

ایها الاخوة الکرام

ان للاسلام علیکم وعلى
سائر مسلمی بلادکم من حق احیاء
علومه وآدابه واعماله
مثل ما على مسلمی مصر من ذلك
فانی علمت بالاختبار الطویل
انه لا یوجد بلاد اسلامیة
فیها من حریة التربیة والتعلیم
ویقظة الفکر وسعة الثروة مثل
ما فی الهند ومصر، ویجب علینا
شکر هذه النعمة باستعمالها و
الانتفاع بها

ان اخواننا مسلمی التتار
فی روسیة ایقاظ منتبهون
وعندهم نهضة فی التعلیم
تذکر فتشکر، ولکن حکومتهم
تضیق علیهم السبل، وتطارد

برادران کرام ! تم پر اور تمہارے
ملک کے تمام مسلمانوں پر اُسی طرح
اسلام کا یہ حق ہے کہ اُس کے علوم اور
فنون اور کارناموں کو زندہ کرو جس طرح
مسلمانان مصر پر ہے۔ کیونکہ ایک مدت
کے تجربہ نے ہم کو یقین دلایا ہے کہ
ہندوستان و مصر کے سوا کوئی ایسا
اسلامی ملک نہیں ہے جہاں تعلیم و
تربیت کی آزادی۔ خیالات کی بیداری
اور دولت کی کثرت ہندوستان و مصر کی
طرح ہو۔ اس بنا پر ہم کو خدا کی اس عنایت کا
اس سے فائدہ اُٹھا کر اور اسکو مصرف میں
لاکر عملاً شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

ہمارے روسی مسلمان تاتاری بھائی
بھی بیدار اور ہوشیار ہیں اور اُن کے یہاں
بھی قابل ذکر اور قابل شکر تعلیمی ترقی ہے۔
لیکن اُن کی گورنمنٹ اُن کی ترقی کا رستہ
نہایت تنگ کرتی رہتی ہے۔ اور اُن کے
اساتذہ اور معلمین کو جلا وطن کرتی رہتی
ہے۔ اُن کو اشاعت تعلیم کے
جرم میں کبھی جلا وطن کرتی ہے

الاساتذة المعلمين منهم. و
تعاقبهم على جريمة التعليم
بالنفي تارة وبالسجن تارة
اخرى: كان الشيخ العالم
الجليل لصالح عالمجان منذ
ثلاث سنين عند نافي مصر
منفيا من وطنه. مبعدا عن
بلده، لانه يعلم المسلمين و
ينبه افكارهم في مدرسة
الشهيرة في مدينة قزان وقد
نفي اخوه ومساعده في التعليم
معه ايضًا.

وان الاخوين النجيبين
عبد الله بوبي وعبيد الله بوبي
قد انشأ مدرسة في قرية
بوبي واجتهد في امرها ما
استطاعا فالقت عليها الحكومة
الروسية القبض في شتاء
العام الماضي والقتهما في غياهب
السجن بقصد محاكمتهما في
محكمة الجنايات بقزان و

اور کبھی قید کرتی ہے. مشہور تاتاری
عالم **عالم جان**. تین برس سے اپنے
وطن سے نکال دیا گیا تھا اور مصر میں
مقیم تھا کیونکہ وہ اپنی مشہور درسگاہ
واقع شہر قزان میں مسلمانوں کی تعلیم
و ترقی میں مشغول تھا. عالم جان کے
ساتھ اس کا بھائی جو اس کوشش
میں اس کا برابر کا شریک تھا جلا وطن
کیا گیا۔

عبداللہ بوبی اور عبیداللہ بوبی
دو شریف النسب بھائیوں نے روس
کے ایک قریہ بوبی میں ایک مدرسہ
قائم کیا اس مدرسہ کی ترقی و انتظام
میں ان دونوں بھائیوں نے حتی الوسع
بہت کوشش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ گورنمنٹ نے گزشتہ سال کے
موسم سرما میں ان دونوں کو گرفتار
کرلیا اور قید کرلیا اور ظاہر یہ کیا کہ
قزان کی عدالت فوجداری
میں ان کا فیصلہ ہوگا۔

سال پورا گذر گیا۔ اور وہ اب تک

قد مضى العام بطوله و لم يطلبا
للمحاكمة ولكن رأينا في احدى
الجرائد الاسلامية الروسية
انه ينتظر ان يحاكما في هذا
الربيع والله اعلم، و قد نشرت
جريدة نو في قريمية الروسية
التي تصدر في بطرسبرج
مقالات حثت فيها الحكومة
على منع التتار من السعي
لتعليم مسلمي تركستان و
نبهتها الى خطر سياحتهم
فيها لئلا ينبهوا الترك الغافلين
هذه اشارة الى حال
اقرب المسلمين الذين تحت
سلطة دولة اوروبية اليكم،
وان حال مسلمي المغرب لشر
من حالهم فان مسلمي التتار
مجدون في امر التربية والتعليم
على مراقبة حكومتهم لهم و
ضغطها عليهم وهم دائما
يرسلون الوفود الى مصر و

فیصلہ کے لیے طلب نہ کیے گئے ایک
روسی اسلامی اخبار میں اب میں نے
پڑھا تھا کہ اس موسم بہار میں امید ہی کہ
اُن کا فیصلہ ہو جائے۔ روسی اخبار
نو دی دریمیا نے جو پیٹرسبرگ سے شائع
ہوتا ہے چند مضامین لکھے جن میں
گورنمنٹ کو آمادہ کیا گیا تھا کہ تاتاری مسلمانوں
کو ترکستان میں اشاعت تعلیم سے باز
رکھا جائے اور اُس نے بتایا تھا کہ ان
تاتاریوں کی ترکستان میں آمدورفت سے خطرہ
پیدا ہونے کا اندیشہ ہی۔ کیونکہ ان کے اختلاط
سے ترکی مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو گی۔
یہ اُن مسلمانوں کے مختصر حالات کا اشارہ ہے،
جو تم سے نہایت قریب ایک یورپین
طاقت کے ماتحت ہیں۔ ٹیونس اور الجیریا
کے مسلمانوں کی حالت اس سے بھی زیادہ
خراب ہی۔ کیونکہ تاتاری ان مشکلات کے
باوجود بھی تعلیم و تربیت میں کوشاں ہیں۔ اور
وہ ہمیشہ طلبا کی جماعت بغرض تحصیل
علوم [illegible] مصر [illegible]
بھیجتے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ [illegible]

سورية والحجاز ليتعلموا ويتقنوا
اللغة العربية ليكونوا معلمين
اذا رجعوا الى بلادهم، ومنهم
من يذهبون الى الاستانة
لاجل تعلم الفنون العصرية، و
المراقبة على هؤلاء شديدة
اما مسلمو تونس والجزائر
فلا يستطيعون ان يعملوا مثل
عملهم، فان مراقبة فرنسة
لهم اشد، واحاطتها بهم اقوى
واعم، وقد اعترف بعض
المصنفين من الفرنسيين بهذا
الضغط، وصرح بعضهم بانهم
يعتقدون انهم سينسخون
الاسلام واللغة العربية من الغرب
ولكن اناسا آخرين يرون ان
حسن معاملة المسلمين انفع لهم
ويسعون في اقناع حكومتهم
بذلك، ولما ينجحوا في سعيهم
ولا احب ان ازيدكم مما اعلم
في ذلك۔

کے بعد معلم اور اُستاد کا کام دے سکیں۔
بعض تاتاری طلبہ علوم جدیدہ کی تحصیل
کے لیے قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہیں گو ٹرکی
گورنمنٹ کی طرف سے ان طلبہ کی بڑی
دیکھ بھال ہوتی رہتی ہے۔ لیکن ٹیونس اور
الجزایر کے مسلمان ان تاتاری مسلمانوں کی
طرح جرأت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ فرنچ
گورنمنٹ اُن کی نگرانی نہایت سخت کرتی
ہے۔ بعض منصف مزاج فرانسیسیوں نے
اپنی اس سخت گیری کو تسلیم کیا ہے اور اُنھوں
نے صاف بیان کیا ہے کہ اُنکا مقصد اس سے
ارض مغرب سے اسلام اور اس کی عربی زبان کو
محو کرنا ہے۔ لیکن بعض دوسرے فرانسیسیوں کی رائے
ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا آیندہ حالات کے
لحاظ سے زیادہ بہتر ہے اور اس بات کے لیے
کوشاں ہیں کہ وہ اپنی گورنمنٹ کو یہ اچھی طرح
سمجھا دیں گو اُن کو ابتک اپنی اس کوشش
میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ میرا دل نہیں چاہتا
کہ اس قسم کے جن کثیر واقعات سے مجکو
اطلاع ہے اُن کو اس سے زیادہ آپ کے
سامنے بیان کروں۔

واما مسلمو جاوه والملايو فحالهم اسوء من جميع احوال المسلمين وقد احاطتهم هولنده بسور من الجهل لا يتسلقه احد. وان شئتم ان تعرفوا شيئًا مفصلا عنهم فانی آتيكم برسالة مطبوعة باللغة الانكليزية في ذلك فترجموها وانشروها في جرائدكم واعتبروا بها واشكروا نعمة الله عليكم وجدوا واجتهدوا في تعميم التربية والتعليم بينكم.

ايها الاخوة الكرام.

ان الحكومة الانكليزية اوسع الحكومات الاستعمارية حرية ويمكن لمن يكونون في ظل حكمها ان يرقوا انفسهم اذا سلكوا في ذلك طريق العقل والحكمة ولا يمكن ذلك لكل من كان في ظل غيرها من الحكومات الاستعمارية، ورب ظل ذي

جاوه اور ملایا کے مسلمانوں کی حالت تمام دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ ردی ہے ہولینڈ نے اُن کے چاروں طرف جہالت کی ایسی دیوار قائم کر دی ہے جس پر کوئی چڑھ نہیں سکتا اگر آپ لوگ یہاں کے مسلمانوں کے تفصیلی حالات جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو ایک انگریزی مطبوعہ رسالہ کا حوالہ دیکتا ہوں آپ اس کا ترجمہ کرکے اپنے اخبارات میں شائع کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں اور خدا نے آپ لوگوں پر جو ایسا فضل نازل فرمایا ہے اُس پر شکر کریں اور تعلیم و تربیت کی اشاعت میں کوشش کریں

برادرانِ کرام!

برٹش گورمنٹ اُن تمام گورمنٹوں میں بحیثیت آزادی کے سب سے بہتر ہے جو غیر ممالک قابض ہیں جو لوگ برٹش گورمنٹ کے زیر سایہ رہتے ہیں اُن کو اپنی ترقی کا پورا موقع ہے بشرطیکہ وہ عقل و دانائی کی راہ اختیار کریں یہ موقع دوسری گورمنٹوں میں بالکل میسر نہیں۔ اور مقتضاے عقل و مصلحت یہ ہے کہ تمدنی

ثلاث شعب، لا ظليل ولا يغني من اللهب، ومن العقل والحكمة ان يتعد المشتغلون بالاصلاح العلمي والتهذيبي عن السياسة سرا وجهرا. فان السياسة ما دخلت في عمل الا وافسدته كما قال الاستاذ الامام

لو كان الذين تضطهدهم بعض الدول وتعاقبهم على التعليم يمزجون عملهم بالسياسة لكنت اول من يعذرها. فانا علمنا من قواعد علم الاجتماع المستنبطة من التاريخ ان الدول لا تغفر ان تعارض او تنازع في ملكها وسلطانها وقد تغفر ما دون ذلك من الذنوب اذا وقع ممن يخلصون لسلطانها ويأمنهم عليه فذلك في دين السياسة كالشرك في الاسلام قال تعالى۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ"

وتعلیمی مصلحین سرًا و علانیۃً ہر طرح پالٹیکس سے بالکل الگ رہیں، کیونکہ پالٹیکس کا یہ حال ہے کہ جس کام میں اسکی ذرا بھی آمیزش ہوجاتی ہے وہ سارا کام غارت جاتا ہے،، حضرت الاستاذ مفتی محمد عبدہ کا یہی مقولہ تھا۔

اگر یورپ کی بعض مذکورۃ الصدر سلطنتیں اس بنا پر مصلحین تعلیم کو سزا دیتیں یا اُن کے ساتھ سختی سے پیش آتیں کہ وہ اپنے کام میں پالٹکس کی آمیزش کرتے ہیں تو میں سب سے اوّل وہ شخص ہوتا جو اُن سلطنتوں کو اپنے اس فعل میں معذور سمجھتا۔ کیونکہ قواعد علم معاشرت نے جس کا منتہیٰ علم تاریخ ہے ہم کو بتایا ہے کہ سلطنتیں کبھی اس جرم کو کہ اُن کی حکومت کی مخالفت کی جائے یا اُس کے سلب کی کوشش کیجائے معاف نہیں کرتیں اس جرم کے سوا اور تمام جرائم ممکن ہے کہ وہ معاف کر بھی دیں اگر وہ اُن اشخاص سے صادر ہوئے ہیں جنکے اخلاص و اطاعت پر حکومت کو اعتبار ہے اس کی مثال پالٹکس کی شریعت میں وہی ہے جو شریعت اسلام میں شرک کی۔ خدا پاک قرآن مجید میں فرماتا ہے "خدا اس گناہ کو نہیں معاف کرتا کہ اُسکے ساتھ شرک کیا جائے اسکے سوا اور گناہ جسکو چاہے معاف کر دیتا ہے

قد عهد من بعض الدول المرتقية العدل والرحمة في القضاء والادارة ولا توجد دولة في الارض تعتصم بالرحمة او العدل في السياسة. واعني من السياسة حفظ الملك والسيادة. وما يتعلق بالتعدي على السلطة. ولكن الدولة العاقلة تزن الشدة في ذلك والقسوة بميزان العقل والحكمة. والسياسة قد يكون لها عقل ولكن لا يكون لها قلب

كانت دول الاسلام في العصر الاول اعدل وارحم ما عرف التاريخ من الدول حتى في اثناء الفتوحات والحكومة العسكرية التي كانت ولا تزال تظهر القسوة والشدة بذاتها وقد اعترف بذلك المنصفون من مؤرخي الافرنج وعلماء التاريخ فيهم. قال غوستاف لوبون الفيلسوف المؤرخ الفرنسي "ما عرف التاريخ

بعض ترقی یافتہ سلطنتوں سے فیصلہ اور انتظام ملکی میں عدل وشفقت مشاہدہ ہوا ہی لیکن کسی ایسی حکومت کا نشان نہیں دیا جا سکتا جس نے سیاست میں عدل وشفقت سے کام لیا ہو اور سیاست سے میری مراد حکومت وسلطنت کی حفاظت اور سلطنت پر دست درازی ہی. لیکن دانا گورنمنٹ اس بارہ میں بھی اپنی سختی اور سنگدلی کو عقل ومصلحت کی ترازو میں تول لیا کرتی ہے بالفاظ دیگر سیاست کے جسم میں ممکن ہی کہ دماغ عقل ہو لیکن کبھی اُس میں دل نہیں ہوتا.

گذشتہ حکومتہائے اسلامیہ تاریخ نے جن سلطنتوں کا حال ہمیں بتایا ہی اُن سے سب سے زیادہ رحمدل اور عادل تھیں حتیٰ کہ اثناے فتوحات اور فوجی قبضہ کی حالت میں بھی، حالانکہ یہ مواقع وہ ہیں جو ہمیشہ سختی اور سنگدلی کا مظہر رہی ہیں۔ اور منصف مزاج مورخین کو تو تہائے اسلامیہ کے متعلق یہ خود اعتراف ہے فرنچ فلسفی مورخ گستاولی بان لکھتا ہی "تاریخ کو عربوں سے زیادہ عادل اور رحیم فاتح کا حال نہیں معلوم ہی"

فانهما اعدل ولا ارحم من العرب
فاذا كانت حكومة الخلفاء
الراشدين لا يقاس عليها
لانها خلافة نبوة فهاتان
الدولتان الاموية والعباسية
كانتا اعدل دول الارض فى
القديم والحديث فى القضاء
واوسعهن رحمة وجودًا وفضلًا
على الرعية فى الجملة ولكنهما
استعملتا الشدة والقسوة فى
التنكيل بمن نازعهما السلطة
حتى انهم كانوا ايذبحون آل
الرسول عليه الصلاة والسلام
ويقتلونهم اينما ثقفوا : من ظنوا
او توهموا انه يسعى منهم الى
الملك او يسعى له فيه : بل شهد
التاريخ وروى لنا ان الاب
كان يقتل ابنه والابن يقتل
اباه لاجل الملك

ايها الاخوة الفضلاء

اذا كانت حكومتكم تسمح لكم

لیکن اگر خلافت راشدہ سے کسی امر کا
قیاس نہیں کیا جا سکتا ہی کیونکہ وہ خلافت نبوت
تھی تو اموی اور عباسی خلافتوں کا حال تو
معلوم ہی کہ یہ رعایا پر رحم و احسان اور عدل و
انصاف کرنے میں دنیا کی تمام گذشتہ و موجودہ
سلطنتوں سے بہتر تھیں لیکن یہ دونوں بھی
مخالفین و باغیان حکومت کے مقابلہ میں
سنگدلی و سختی سے باز نہ آئیں حد یہ ہے کہ
اس میں رسول صلعم کی بھی اُنھوں نے پرواہ
نہ کی، اُن کو ذبح کیا اُن میں سے جن کے متعلق
یہ سُنا کہ وہ طالب سلطنت ہی یا اُس کی
سلطنت کے لیے کوشش کی جاتی ہیں
اُن کو جہاں پایا قتل کیا۔ بلکہ تاریخ نے ایسی
مثالیں بھی پیش کی ہیں کہ حکومت کی
محبت میں باپ نے بیٹے کے خون سے
اور بیٹے نے باپ کے خون سے ہاتھ
رنگین کیا ہی۔

برادران عزیز!

جب آپ کو اپنی گورنمنٹ کی طرف سے
یہ اجازت حاصل ہے کہ اپنے بچوں کی
اپنے عقائد مذہبی و اخلاق عادت

ان تربوا اولادكم على عقائد
دينكم وآدابه وفضائله و
عباداته وان تعلموهم ما
ينفعهم في دينهم ودنياهم
كما تشاؤن لا تشترط على
جمعياتكم العلمية والدينية
ولا على نظام مدارسكم الا احترام
سلطتها، وعدم معارضتها
في سياداتها، فقد اعذرت اليكم
واذا قصرتم ولم تبذلوا كل
طاقتكم في تعميم التربية والتعليم
فانما اثمكم على انفسكم، ولا
لوم لكم الا عليها. فكيف اذا
كانت حكومتكم هي التي تحثكم
حتى على التعليم الاهلي، و
تنشطكم حتى على التعليم الديني
وقد فاجأني العجب واخذ من
نفسي كل مأخذ عندما علمت
ان الحكومة الانكليزية ترغب
مسلمي الهند في تعلم اللغة
العربية وتساعدهم على تعلمها

مذہبی پر تربیت کریں اور اُن کو دینی و
دنیوی امور میں مفید تعلیم جیسی آپ
چاہیں دیں اور جب وہ بجز اس بات
کے کہ اُس کی گورنمنٹ کا احترام کیا جائے
اور کوئی شرط آپ کی مجالس قومی و
مدارس دینی و دنیوی سے تسلیم کرانی
نہیں چاہتی تو اس حالت میں اگر آپ
خود کچھ نہ کریں تو وہ معذور ہے
اور اگر آپ خود اپنی پوری طاقت
اشاعت تعلیم میں صرف نہ کریں تو
درحقیقت خود آپ کا ذاتی قصور
ہوگا اور پھر ایسی حالت میں
جب آپ کی گورنمنٹ خود آپ کو
وطنی و مذہبی تعلیم پر آمادہ کرتی ہے
مجکو یہ معلوم کرکے یک بیک نہایت
سخت تعجب ہوا کہ انگلش گورنمنٹ
خود مسلمانان ہند کو عربی زبان کی
تحصیل کی ترغیب دلاتی ہے اور
اس کے لیے اعانت کرتی ہے۔
اور بعض وطنی مدارس کو معتد بہ
مالی امداد دیتی ہے۔

وانها خصصت مبالغ من المال
لاجل تعليمها في بعض مدارسها
ومبالغ لاعانة المدارس الاهلية
على تعليمها، كمدرسة العلوم
الاسلامية في عليكره وغيرها،
كما اعطت للمسلمين اراضي غالية
الاثمان في عدة مدن لبناء
مدارسهم الاهلية فيها وهذه
ندوة العلماء جمعية دينية محضة
ومن مقاصدها نشر الاسلام،
وقد اعطتها الحكومة ارضا غالية
الثمن لبناء مدرستها فيها و
خصصت لها مبلغ ستة آلاف
روبية اعانة سنوية

لا اطيل في تفصيل ما سمعته
منكم اي من اهل بلادكم من اخبار
هذه المساعدات فانكم اعرف
بها مني وانما اشير اليه لاذكركم
بان الحجة عليكم تكون انهض
اذا انتم قصرتم في التعليم
وان الحكومات لا تنهض بالامم

مثلاً مدرسۃ العلوم علی گڈھ وغیرہ
نیز مسلمانوں کو بغرض تعمیر مدارس مختلف
شہروں میں گراں قیمت زمینیں عطا کی ہیں
خود یہ ندوۃ العلماء کہ ایک خالص مذہبی
انجمن ہے جس کا ایک مقصد اشاعت
اسلام ہے۔ آپ کی گورنمنٹ نے
اُس کو ایک نہایت بیش قیمت زمین
عطا کی اور چھ ہزار سال کی امداد اُس کے
لیے منظور کی۔

میں اس موقع پر اُن واقعات کی
تفصیل زیادہ نہیں کرونگا جن کو میں نے
آپ سے یعنی آپ کے اہل وطن سے
سُنا ہے کیونکہ آپ کو مجھ سے زیادہ باتیں
معلوم ہیں۔ لیکن اس سے میں صرف اس
امر کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو
بتاؤں کہ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ
زیادہ مستوجب الزام ٹھہرینگے اگر اشاعت تعلیم میں
آپنے کوتاہی کی۔ اقوام کا یہ حال ہے کہ
جب تک وہ خود اپنی ترقی کے لیے آپ
کوشاں نہ ہونگے گورنمنٹیں اُن کو اپنی کوشش
سے زبردستی ترقی نہیں دیسکتیں۔

اذا لم تنهض الامم بانفسها،
فعليكم ان تعتمدوا بعد الاستعانة
بحول الله وقوته على جدكم و
جهادكم وسعيكم (وَاَنْ لَيْسَ
لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى) وقد عجبني
جواب قاله لورد كرومر لبعض وجهاء
المصريين اذ قال له ذلك الوجيه
انك ايها اللورد قد اصلحت
المالية المصرية وجعلت خدماتك
في مصر خالصة للحكومة ولم تعمل
للمسلمين شيئاً يرقيهم، فقال
له اللورد "ان الذي لا يرقي نفسه
لا يرقيه غيره، فيجب ان تعملوا
لانفسكم واذا عملتم وطلبتم
مني المساعدة فانني اساعدكم"

حاجتنا الى اصلاح التربية والتعليم

ان حاجتنا معشر المسلمين
الى اصلاح التربية والتعليم قد
صار من البديهيات التي

اسلیے خدا کے بعد آپ کو خود اپنی کوشش و
سعی اور جد وجہد پر بھروسہ کرنا چاہیے خدا
فرماتا ہے "انسان کے لیے کوئی چیز نہیں ہے
لیکن جو کچھ وہ کوشش کرے۔
مجکو لارڈ کرومر کا وہ جواب بہت پسند آیا
جو انھوں نے مصر کے اُس ذی عزت رئیس کو
دیا تھا جس نے لارڈ موصوف سے بطریق
شکایت کہا کہ "اے لارڈ! آپنے مصر کی
مالی حالت کو بہت کچھ سنبھال دیا لیکن
اپنے سب خدمات آپنے خاص گورنمنٹ
کے لیے صرف کیے اور مسلمانوں کے لیے کچھ
نہیں کیا کہ وہ ترقی کرتے" لارڈ موصوف نے
جواب دیا کہ "جو آپ کو خود کچھ ترقی نہیں دیتا اُس کو
دوسرا ترقی نہیں دیسکتا اسلیے تم خود اپنی ذات سے
کام کرو اور جب کام کرو اور مجھ سے اعانت چاہو
تو میں مدد دونگا"

مسلمانوں کو اصلاح تعلیم و تربیت کی ضرورت

ہم مسلمانوں کو تعلیم و تربیت کی اصلاح کی
جو ضرورت ہے وہ بدیہی ہے جس میں

لا يماري فيها الا الراسخون
في الغباوة او المسرفون في
المكابرة، وقد اعترف به
كبار علماء الازهر وهم اشهر
علماء الاسلام وعلماء الاستانة
ونفوذهم في المملكة العثمانية
لا يعلوه نفوذ، وقد عقدت
في هذين السنتين لجان من
الفريقين ومن رجال الحكومة
للنظر في ذلك ووضعوا الاصلاح
قوانين وبرامج جديدة،
واختاروا له كتبا لم تكن تقرأ
فقرروها ورغبوا عن كتب
كانت تقرأ فتركوها، ورأوا
الحاجة شديدة الى علوم
فنون جديدة فزادوها وكذلك
فعلتم انتم ايضا في ندوة العلماء
ومكانكم من علماء المسلمين
مكانكم، وفضلكم فيهم فضلكم
وكذلك علماء تونس قد بحثوا
في هذا الامر منذ سنين و

بیوقوفوں کے سوا کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔
ازہر کے بڑے بڑے علمانے جو مشاہیر
علماے اسلام ہیں اور نیز علماے قسطنطنیہ
نے جنکے اقتدار و اثر سے بڑھ کر مملکت
عثمانیہ میں کوئی اقتدار اور اثر نہیں ہے
اس بات کو تسلیم کر لیا ہے انہیں سالوں میں
علماے ازہر و قسطنطنیہ اور عہدہ داران
حکومت کی متعدد مجلسیں اس غرض سے
منعقد ہوئیں جن میں اصلاح تعلیم کے لیے
بہت سے قوانین وضع ہوئے تعلیم کے لیے
نئے پروگرام وضع کیے گئے۔ جدید
نصاب مقرر کیے گئے جو کتابیں پہلے درس
میں داخل نہ تھیں وہ داخل کی گئیں جو داخل
تھیں وہ الگ کی گئیں۔ جدید علوم و فنون
کی ضرورت سمجھی گئی اور اُن کا اضافہ ہوا
خود ندوۃ العلما، میں بھی آپ لوگوں نے
یہی کیا ہے۔ اور آپ لوگوں کو علماے اسلام
میں جو مرتبہ اور عزت حاصل ہے وہ محتاج
بیان نہیں۔ علماے ٹیونس بھی چند
سال سے اس مسئلہ میں کوشاں تھے
اور آخر انھوں نے بھی نظام تعلیم میں

احدثوا عدة تغييرات في نظام
التعليم، وبقي هنا وهنالك وفي
كل مكان من يرون ان ماجروا
عليه واعتادوه هو غاية الكمال
التي لا تقبل الزيادة بحال من
الاحوال، ولكن ارقى الباحثين
والمصلحين للنظام الماضي في
تلك الاقطار يرون ان ما وضع
لاصلاح التعليم في الازهر و
الاستانة ليس هو غاية الكمال
المطلوب، وانما ضرب من التدريج
في الاصلاح۔

ليس هذا ببدع في احوال
البشر فقد عرفت من سنة
الله تعالى فيهم انهم لا يكادون
يتفقون على شيء وان الجمهور
الاعظم منهم لا يتفقون على
تغيير ما في احوالهم الاجتماعية
الا في الزمن الطويل، وان التغيير
الفجائي السريع لا يخلو من خطر
او ضرر، فليتمسك من شاء

متعدد تغیرات کیے لیکن باوجود اسکے
یہاں اور وہاں اور ہر جگہ بعض اشخاص
ایسے بھی ہیں جو ہمیشہ اور یقینی طور سے
اپنی پہلی راہ کو جس پر وہ اب تک چل
رہے تھے اور اپنی پہلی حالت کو جس کے
وہ خوگر ہو گئے تھے حقیقی مکمل چیز سمجھتے
ہیں۔ جس میں کسی کمی و بیشی کی گنجائش نہیں
اعلیٰ اصلاح طلب جماعت اس موجودہ
تعلیمی اصلاح کو جو ازہر اور قسطنطنیہ میں
میں ہوئی ہی حقیقی اصلاح نہیں سمجھتی بلکہ ایک
تدریجی ترقی سمجھتے ہیں۔ جس میں ابھی تکمیل کی
ضرورت ہی۔

مخالفین اصلاح تعلیم کا وجود حالات انسانی کے
لحاظ سے کوئی نئی چیز نہیں ہی کیونکہ خدا کی عادت
یہ جاری ہی کہ تمام انسان کسی ایک بات پر اتفاق
تام نہیں کر سکتے۔ جمعیت انسانی کا جزء اعظم
اپنی معاشرتی حالات میں ایک مدت مدید کے
بعد تغیر کی ضرورت سمجھا کرتا ہی۔ ناگہانی اور عاجلانہ
اصلاح نقصان اور خطرہ سے خالی نہیں۔ اس
بنا پر اس قدامت پرست گروہ کا وجود اپنے قدیم
نظام اور سسٹم کا عادی ہی اصلاح طلب جماعت کے لیے

بالنظام المالوف فلا يضطرب الاصلاح شيئًا اذا كانوا يأخذونه بقوة، ويدعون اليه على بصيرة، وكان ذلك ناشئًا عن حياة جديدة نفخ روحها فى الامة، فان العاقبة لهم "فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ"

ليس موقفنا هذا موقف مناظرة، ولا مقامنا مقام الادلاء بالحجة، وانما هو موقف تذكير للناسى، وخفض لهمة الآسى، وحسبنا من الذكرى فيه قول الله عز وجل "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ"

وانا نحن المسلمين نعرف من تاريخنا ومن آثار سلفنا اننا كنا نحن الائمة الوارثين، والسادة المتبوعين، والحكام العادلين، والعلماء العاملين، والصلحاء

کچھ مضر نہیں۔ بشرطیکہ اُنھوں نے اصلاح کو مضبوط پکڑ لیا ہو اور غور و فکر کے بعد وہ اس اصلاح کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اور یہ اصلاح اس جدید زندگی کا اثر ہو جسکی روح تمام قوم میں پھونکی گئی ہو اسلیے کہ انجام کار اسی اصلاح طلب جماعت کو فتح حاصل ہوگی۔ خدا فرماتا ہے "بارش کے پانی میں، کف جو غیر مفید ہے بیکار جاتا ہے اور جو انسان کے لیے نافع و مفید ہوتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے"۔

میں یہاں مناظرہ اور اظہار دلائل کے لیے نہیں کھڑا ہوا ہوں، بلکہ بھولنے والوں کو یاد دلانے کے لیے اور غمزدوں کی ہمت اُبھارنے کے لیے کھڑا ہوا ہوں اسلیے مجکو اسوقت نصیحت حاصل کرنے کے لیے خدائے پاک کا یہ ارشاد کافی ہے کہ "خدا کسی قوم کی حالت کو اُسوقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہیں بدلتی"۔

ہم مسلمانان کو ہماری تاریخ اور ہمارے اسلاف کے آثار اور کارنامے بتاتے ہیں کہ ہم ہی پہلے دنیا میں پیشوا اور مقتدیٰ تھے، ہم ہی دنیا افسر اور سردار تھے، ہم ہی دنیا میں حاکم عادل تھے، ہم ہی دنیا میں عالم باعمل تھے، ہم ہی دنیا میں نیک کردار ان

المخلصين، والاغنياء المنفقين، والصناع الماهرين، والزراع المعمرين، والتجار البارعين، بل كنا نوق جميع الامم، في كل علم وعمل، حتى كان العدد القليل لا يطوئون اصف قوم الا ويجذبونهم بازمة قلوبهم وعقولهم الى اتباعهم في دينهم ولغتهم وآدابهم، فهل نحن اليوم كذلك، السنا قد تدلينا بل هبطنا من سماء تلك العزة والرفعة والسلطة وصرنا وراء جميع الامم، بعد ان كنا ائمة جميع الامم، الا نتفكر في ماضينا وحاضرنا، ونعتبر بسبق كل احد حتى الوثنيين لنا، اولئك الذين كانوا قبل اشراق نور الاسلام على هذه الديار شر امما تروت عليه عامتهم حتى الان عراة الابدان

با اخلاص تھے ہم ہی دنیا میں سخی دولتمند تھے ہم ہی ملک کے آباد کرنیوالے کاشتکار تھے، ہم ہی دنیا میں ماہر کاریگر تھے، ہم ہی دنیا میں باکمال تاجر تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم ہی ہر چیز میں تمام اقوام عالم سے آگے تھے یہاں تک کہ ہماری ایک قلیل جماعت کا بھی گذر اگر کسی قطعۂ ملک میں ہو جاتا تھا تو یہ جماعت اُن کے دلوں اور عقلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ اور اس ملک کو اس قلیل التعداد جماعت کی مذہبی اور اخلاقی پیروی کرنی پڑتی تھی اور حتیٰ کہ اُس کی زبان بھی بولنی پڑتی تھی لیکن اب کیا ہماری یہ حالت باقی ہے۔ کیا ہم آسمان عزت و ترقی کے نیچے نہیں لٹک آئے ہیں؟ بلکہ نیچے نہیں گر گئے ہیں؟ اور تمام قوموں سے پیچھے نہیں ہو گئے ہیں؟ حالانکہ ہم ہی تمام قوموں کے پیشرو تھے۔ کیا اسوقت ہم کو اپنی گذشتہ اور موجودہ حالت پر غور نہیں کرنا چاہیے اور دوسرے اقوام کی ترقی سے بلکہ ان بت پرست ہندوؤں کی ترقی سے عبرت نہیں حاصل کرنی چاہیے۔ یہ بت پرست جو آفتاب اسلام کے اس ملک میں طلوع ہونے سے پہلے اس حالت سے بھی بدتر حالت میں تھے جس بدتر حالت میں اب تک اُس قوم کے عام افراد کو دیکھتے ہیں جو برہنہ بدن پھرتے ہیں

يعبدون الجماد والحيوان، و
الانهار والنيران، ويأكلون
على ورق الاشجار، فهل غير الله
ما بنا الا بعد ان غيرنا ما
بانفسنا، كلا انها سنته
في خلقه "وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ
اللهِ تَبْدِيْلاً"

نعم ان الله لم يغير ما بنا
من نعمة ورفاهة وعزة و
سيادة الا بعد ان غيرنا ما
بانفسنا من استقلال الرأي،
وصحة الحكم، وحقائق العلم،
ومكارم الاخلاق، وعقائل
الصفات، والاعتصام بحبل
الله والتآخي في الايمان و
عمل الصالحات والتواصي
بالحق والتواصي بالصبر، والامر
بالمعروف والنهي عن المنكر
وترجيح المصالح العامة على
الاهواء الخاصة وغير ذلك
مما عده القرآن المجيد من

جو جمادات کو، حیوانات کو، دریا کو، آگ کو
پوجتے ہیں درخت کے پتوں پر کھاتے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ خدا نے ہماری حالت کو
نہیں بدلا جب تک ہم نے خود اپنی حالت
نہ بدلی اور تمام کائنات میں خدا کا یہی قانون
ہے" اور خدا کے قانون میں ہرگز تغیر نہ پاؤ گے"
ہاں بیشک خدا نے ہماری دولت، ثروت،
عزت اور حکومت کی حالت اُسی وقت
بدلی جب ہم نے اپنے استقلالِ رائے،
صحت فیصلہ، حقیقتِ علم، مکارم اخلاق
محاسنِ اوصاف کو بدل ڈالا، خدا کی رسی
کو چھوڑ دیا۔ ایمان اور عمل صالح کی رشتہ داری
قطع کردی۔ راستی اور صبر کی باہمی نصیحت
ترک کردی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا
فرض چھوڑ دیا۔ ذاتی اغراض کو منافع عام پر ترجیح
دیدی اسکے سوا اُن تمام محاسن سے
ہم نے روگردانی اختیار کی جن کو خدا نے
مسلمانوں کے اوصاف بتائے ہیں
اور جن کے بارے میں خدا کہتا ہے
" تم سب سے بہتر قوم ہو جو لوگوں کے
لیے پیدا کی گئی ہے اچھی باتوں کا حکم

صفات المؤمنين، وقال فيهم "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ" كذلك لا يغير ما بنا الآن من الضعف والفقر وسوء الحال والهوان على الناس التحاسد والتباغض والتعادي والتفرق وغير ذلك مما نشكو منه، ولا نقلع عن اسبابه، حتى نغير ما بأنفسنا، ونعود الى الهداية التي كان عليها سلفنا ورحم الله الامام مالك حيث قال۔

"لا يصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها"، وانما يكون تغيير ما بالانفس بالتربية والتعليم، فان المراد من التغيير ما يترتب عليه تغيير العمل، وانما الاعمال آثار العلوم والاخلاق فمتى كان العلم بالحق والباطل وبالمصالح والمفاسد والمنافع

کرتے ہو بُری باتوں سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو"

اسی طرح ہماری کمزوری، محتاجی، بدحالی ذلت، باہمی حسد بغض وعداوت گروہ بندی وغیرہ۔ جن کی ہم شکایت کرتے ہیں لیکن اُن کے اسباب کو ہم ترک نہیں کرتے۔ خدا نہیں بدلے گا جب تک ہم اپنی اندرونی حالت نہ بدلیں اور اس ہدایت کی طرف رُخ نہ کریں جس پر ہمارے اسلاف تھے۔ خدا رحمت نازل کرے امام مالک پر جن کا قول ہے۔" آخری جماعت اسلامی کی اُنہیں طریقوں سے اصلاح ہو سکتی جن سے اول جماعت اسلامی کی اصلاح ہوئی تھی۔"

اور ہمارے اندرونی حالات میں صرف تربیت وتعلیم سے تغیر ہو سکتا ہے۔ تغیر سے مراد تغیر اعمال ہے اور اعمال انسان کے علم واخلاق کے مظاہر اور اور آثار ہیں اس بنا پر جب ہم کو حق و باطل، مصالح ومفاسد اور نفع و ضرر کا صحیح علم ہو گا اور ہمارے

والمضار صحيحًا والاخلاق فاضلة
كانت الاعمال كلها صالحة مؤدية
الى رفعة الافراد وكمالهم الديني
والمدني، فلابد لنا من اصلاح
طريقة التربية والتهذيب، و
اصلاح طريقة التعليم معا،
ولوكان التعليم الذي جرينا عليه
من عدة قرون مخرج لنا رجالا
ينهضون بالامة الاسلامية
ويخرجونها من جحر الضب الذي
نحن فيه لظهرت آثارهم، و
لما بقينا في هذه المهانة بضع
قرون وكاننا مصابون بالفالج
اوداء السكتة، ولكن ماهي التربية
التي نرجو بها صلاح اخلاقنا
وارتفاع هممنا، والتعليم الذي
نرتقي به عقولنا، ونعرف به
ما ينبغي لنا؟

اما تربية الصغار التي عليها
المدار، فهي ليست عندنا في
محل البحث والتبيين، ولا في حيز

اخلاق درست ہونگے تو ہمارے اعمال
خود بخود درست ہو جائینگے اور جن کا نتیجہ
افراد قومی کا مذہبی و تمدنی عروج و کمال ہی
اس لیے ضرورت ہی کہ طریقۂ تہذیب تربیت
اور نیز طریقۂ تعلیم میں اصلاح کیجائے کیونکہ
بالفرض اگر وہ تعلیم جس پر چند صدیوں سے
چل رہے ہیں وہ ایسے اشخاص پیدا
کرسکتی جو امت اسلامیہ کو اُٹھا سکتے اور
ان کو اس تنگ سوراخ سے نکال سکتے
جس میں ہم اب تک ہیں تو اُن کے نتائج
ظاہر ہوتے اور چند صدیوں سے ہم اس
ذلت میں پڑے نہ رہتے کہ گویا ہم کو فالج
ہو یا سکتہ ہی لیکن قابل غور یہ امر ہی کہ اس
تربیت سے جس سے ہم کو اپنے اخلاق
کی درستگی اور اپنی ہمتوں کی بلندی کی
امید ہی کیا مقصود ہے اور اُسی طرح اُس
تعلیم سے کیا مقصود ہی جس سے ہمارے
خیالات کی ترقی اور اپنی ضروریات کا علم ہو؛

چھوٹے بچوں کی ابتدائی تعلیم جس پر آیندہ
حالت کا مدار ہی وہ ہمارے ہاں نہ لائق
بحث وتحقیق ہے اور نہ مستحق عمل

الحمل والتنفيذ، فاكثر المسلمين
يتركون اولادهم سدى يجري
كل منهم على ما عليه عشيرته
وعشراؤه من هوى او هدى
الا ان بعض المتفرنجين في بعض
الامصار الكبيرة منا قد فتنوا
بالمربيات الافرنجيات يلقون
اليهن بافلاذ اكبادهم فيعلمن
الذكور والاناث منهم لغاتهن
وينشئنهم على عادات اقوامهن
واما تربية الكبار بالوعظ و
الارشاد فقد وكل عند عامتنا
الى مشائخ الطرق واكثرهم من
الدجالين الجاهلين يزيدونهم
بدعا وفسادا وغرورا وضلالا.

واما التعليم الديني فقد
اشرنا الى عقمه وسوء اساليبه
والاختلاف في الحاجة الى اصلاحه
والاشتغال بوضع القوانين و
الانظمة والبرامج له، فهل هذا
هو الاصلاح المطلوب؟

اکثر مسلمان اپنے بچوں کو یوں ہی بیکار چھوڑے
رکھتے ہیں جو سوسائٹی کے اثر سے اچھی یا
بُری تعلیم حاصل کراتے ہیں۔ بعض مقلدین
یورپ بعض ممالک میں یوروپین اتالیقوں
کے شیدا ہیں اور اپنے ان پارہ ہائے
جگر کو اُن اتالیقوں کے آگے ڈال دیتے
ہیں جو لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی زبان
سکھاتے ہیں اور اپنے قومی عادات و
خصائل پر اُن کی تربیت کرتے ہیں، بڑوں کی
ہدایت وارشاد کی خدمت مشائخ
اور صوفیوں کے سپرد کی جن میں سے
اکثر مکار اور جاہل ہوتے ہیں جو اپنے
پیروں کی بدعت گمراہی اور ضلالت اور
بڑھا دیتے ہیں۔

مذہبی تعلیم کی بے نتیجگی اور اس کی
بدتر طریقہ تعلیم اور اس میں اصلاح اور
اُس کے لیے جدید قواعد نظام اور
نصاب کی ضرورت پر ہم پہلے ہی
اشارہ کر چکے ہیں لیکن کیا
اسی قدر اصلاح کی ضرورت ہے۔؟

التعلیم صناعة من الصناعات
ترتقي بارتقاء العمران کما یقول
حکیمنا الاجتماعي ابن خلدون،
وقد جری اوائلنا فیه علی
مقتضی العقل والاختبار بحسب
الحاجة التي کانت تظهر لهم
وتلیق بحالهم. فکان اول ما جروا
علیه طریق الروایة والتحدیث
والاملاء، کان احدهم یحفظ
ما یتلقاه او یکتبه او یجمع بین
الحفظ والکتابة، ثم جروا علی
طریق اٰخر من وجه اٰخر وهو
طریق الاستنباط من المحفوظ
والمکتوب وبسط الدلائل و
المقارنة والترجیح بینها، باستقلال
الفکر، واتباع ما یظهر انه الراجح
ثم وضعت المصنفات في العلوم
والفنون المختلفة فکان ما کتبه
الاولون مبسوطا سهل العبارة
کثیر الشواهد والبینات. ثم
صار الناس یدرسون مصنفات

ابن خلدون نے جیسا لکھا ہے تعلیم بھی
ایک قسم کا فن ہے جو ترقی تمدن کے ساتھ ساتھ
ترقی کرتا ہے۔ ہمارے اسلاف حسب
ضرورت وحاجت بربنائے عقل وتجربہ
تعلیم کے مختلف طریق اختیار کرتے رہتے
تھے۔ سب سے پہلا طریق تعلیم جس پر اُنھوں نے
عمل کیا وہ طریقۂ روایت واملا ہے
اُستاد زبانی تعلیم دیتا تھا اور طالب علم
اس کو زبانی سُنتا تھا اور اس کو زبانی یاد
رکھتا تھا۔ لکھنے کا دستور نہ تھا پھر زبانی
اور بذریعہ کتابت دونوں کی مخلوط تعلیم
شروع ہوئی پھر ایک اور طریقہ جاری
ہوا اور وہ زبانی اور لکھے ہوئے علوم
سے استنباط دلائل، آزادی کے ساتھ
باہمی دلائل میں ترجیح وموازنہ، اور جانب راجح کے
اتباع کا طریقہ تھا اسکے بعد مختلف علوم فنون
میں کتابیں تصنیف ہوئیں قدما کی تصنیفات
مبسوط مفصل سہل العبارۃ اور عام فہم
ہوتی ہیں جن میں ہر ہر مسئلہ پر نہایت کثرت سے
شواہد اور مثالیں ہوتی ہیں پھر لوگ اپنے
سے پہلے لوگوں کی تصنیفات کو پڑھنے لگے

من قبلهم فيشرحون ما غمض
منها و يستدركون على المصنف
فيما تصرف فيه، و يبينون غلطه
فيما غلط فيه مؤيدين اقوالهم
بالدلائل و الشواهد، ثم ضعفت
الهمم و ونت العزائم فصار الناس
يختصرون المصنفات فيذكرون
اهم قواعدها و مسائلها بعبارة
مختصرة خالية من الدلائل و
الشواهد و الامثلة الا قليلا
وتباروا في الاختصار و الايجاز
فيه حتى نقل عن بعضهم انه
كان يقرأ الشيء الذي كتبه
بعد عهد بعيد او قريب فلا يفهمه
ثم حدثت عندهم طريقة شرح
المختصرات ثم شرح الشروح و
وضع الحواشي و التقارير عليها،
وجعل هذه الكتب كلها كتب
تدريس تقرأ للطلاب يبدأ
الاستاذ منها بقراءة المتن فالشرح
فالحاشية فالتقرير فيكون جل

اُن کے مشکل مسائل کا حل کرتے تھے پہلے
مصنف نے جو غلطی یا کمی کی تھی اس کی اصلاح
کرتے اور اُس پر دلائل و شواہد قائم کرتے
تھے اس کے بعد لوگوں کی ہمتیں کمزور ہوگئیں
ارادے سُست ہوگئے۔ اس لیے لوگ
قدما کی تصنیفات کا اختصار کرنے لگے اہم
قواعد اور مسائل کو مختصر عبارت میں جو دلائل
اور شواہد سے خالی ہو بیان کرنے لگے اس
اختصار اور ایجاز میں مصنفین متاخرین نے
باہمی مسابقت شروع کی، یہانتک کہ ان میں
سے ایک کا قصہ ہے کہ وہ اس قدر مختصر عبارت
لکھتے تھے کہ تھوڑے دنوں کے بعد جب وہ
خود اُس کو پڑھنے بیٹھتے تھے تو غایت اختصار
سے خود اپنا مفہوم آپ نہیں سمجھ سکتے تھے۔
اس کے بعد اُن مختصر کتابوں کی شرح کا طریقہ رائج
ہوا پھر شرح شرح اور حواشی اور تقریر وغیرہ کا
طریقہ جاری ہوا۔ اور یہ تمام کتابیں درس میں
داخل کی گئیں جو طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں۔
اُستاد پہلے متن شروع کراتا ہے پھر اُسکی
شرح پڑھاتا ہے پھر حاشیہ پڑھاتا ہے
پھر اُس کی تقریر پڑھاتا ہے اسوقت

شغله في اشغالهم في عبارات اولئك الكاتبين لاجل حل رموز ذلك المتن المختصر وبيان المراد منه وما يرد عليه وعلى تلك العبارات وما يجيب به عنها ولو بالتمحل وتحميل الالفاظ ما لا تحمل.

هذه اشارة وجيزة الى كيفيات افادة العلم في الزمن الماضي بالتدريس والتصنيف ومنه يعلم انها كانت اطوارا مختلفة اقربها الى الصواب اقدمها ولم ينتقل المسلمون من طور منها الى طور دفعة واحدة لانها لم تكن تحصل من قبل ادارة عامة تضع لها القوانين والانظمة والبرامج والجداول وتوزعها على جميع المعلمين كما تفعل وزارات العلوم والمعارف في الدول المرتقية في هذا العصر وانما كان الانتقال من طور الى طور

ان اُستاد اور شاگردوں کی اصلی توجہ ان شارحین کی عبارات اور الفاظ کی طرف ہوتی ہے تاکہ متن کے لاینحل رموز حل ہوں اور ماتن جو چیستان کہتا ہے وہ سمجھ میں آئے اور ان الفاظ وعبارات پر جو اعتراضات پڑتے ہوں اور ان اعتراضات کے جو جوابات ہوں وہ ذہن نشین ہوں، گویہ جوابات الفاظ وعبارات کے ایسے معنے قرار دینے سے حاصل ہوں جو نہ معنی قرار دیئے جا سکتے ہیں اور نہ وہ مقصود ہیں۔

یہ ایک گذشتہ زمانہ کے طریقۂ تعلیم کا مختصر بیان تھا جس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح مختلف دوروں میں تعلیم کے طریقے بدلتے رہے ان تمام طریقوں میں سے صحیح تر طریقہ قدیم تر طریقہ ہی مسلمان ان طرق تعلیم میں سے ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقۂ تعلیم دفعتہً اور یکبارگی نہیں اختیار کرتے تھے کیونکہ تغیر وانقلاب کسی عام محکمہ کی طرف سے پیدا نہیں کیا جاتا تھا۔ جسکا کام قوانین نظام درس اور نصاب وغیرہ مقرر کرنا ہی اور جو ان قوانین کو اور نظام ونصاب مقررہ کو تمام پروفیسروں اور اُستادوں کے حوالہ کرتا ہی کہ وہ اُن کے موافق تعلیم دیں جیسا کہ آجکل موجودہ متمدن ممالک میں وزارت علوم وفنون کیا کرتی ہے بلکہ اُن میں تغیر وانقلاب تدریجاً پیدا ہوتا تھا۔

يحصل بالتدريج وقد كان في زمن العباسيين شيئ من النظام المعروف المتبع في المدارس الكبرى ولاسيما المدرسة النظامية ببغداد وما كان على طرازها فيها او في غيرها، ولم يرتق ذلك النظام ويدون ويعم لانه لما وجد كانت جراثيم الضعف والمرض الاجتماعي قد بدأ يظهر تاثيرها في جسم الامة ولذلك قام بعض العلماء الاعلام يبحثون في طريقة التعليم واساليبه ويضعون القواعد له كما فعل ابو حامد الغزالي في كتاب العلم من احياء علوم الدين، وتلميذه ابو بكر العربي المغربي، ثم ابن خلدون ثم الشيخ زكريا الانصاري وكان ينبغي ان يقرأ في التعليم بالتصنيف وتحقق مسائله و تحمل معاهد العلم الكبرى

عباسیوں کے زمانہ میں ایک قسم کا نظام درس البتہ پیدا ہوا جس کی تقلید بڑے بڑے مدارس میں کی گئی خصوصاً مدرسۂ نظامیہ بغداد میں اور جو اس قسم کے مدارس بغداد او بغداد کے علاوہ اور شہر میں موجود تھے اُن میں کی گئی لیکن اس نظام کو ترقی نہوئی اور اس کے طُرق مُدوّن ہوئے اور نہ عام طور سے اُن کو پھیلایا گیا۔ کیونکہ تنزل کے جراثیم کا جسم قوم میں پیدا ہونا اسوقت شروع ہو چکا تھا اس بنا پر بڑے بڑے علما طریق تعلیم کی تحقیق کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور اس مسئلہ پر اُنھوں نے مختلف کتابیں لکھیں امام غزالی نے احیاء علوم الدین کی کتاب العلم میں اور امام غزالی کے شاگرد ابو بکر عربی نے پھر علامہ ابن خلدون نے اور پھر شیخ زکریا انصاری نے اس پر بحثیں کیں لیکن مناسب یہ تھا کہ مسائل تعلیم پر مستقل تصنیفات کی جاتیں اور بڑے بڑے مدارس کو جو طریقۂ تعلیم بحث و تحقیق سے قرار پاتا اس کی تعمیل و اجرا پر مجبور کیا جاتا

علی العمل بما یظهر انه
الصواب، ولو بامر الحکومة
الی ان یظهر للعلماء شئ من
الخطاء فیه فیرجع عنه کما
تنسخ نظارات المعارف فی
دول الحضارة الآن کثیرًا من
مواد قوانین التعلیم و نظام
المدارس اذا ظهر له انه ضار
وان غیره انفع منه، وانما
لم یفعلوا الان لان الامة کانت
فی طور التدلی والانحطاط،
فکیف تهتدی الی اوثق اسباب
النهوض والارتقاء، وقد بینت
هذه المسئلة فی المقدمة التی
وضعتها لکتاب اسرار البلاغة
تصنیف امام فن البلاغة الشیخ
عبد القاهر الجرجانی عند
طبعه، وهذا الکتاب
فی البیان وصنوه کتاب
دلائل الاعجاز فی المعانی هما
خیر مثل لما اشرنا الیه من

گویہ کام سلطنت کے حکم سے کیوں نہوتا
اور یہ طریقہ تعلیم اُس وقت تک زیر عمل رہتا
جب تک اُس میں کوئی خاص کمی یا غلطی محسوس
نہوتی اور اُسوقت یہ طریقہ تعلیم کو چھوڑ کر
دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا جیسے آج کل
متمدن حکومتوں میں سررشتۂ تعلیم وقتاً
فوقتاً قوانین و قواعد تعلیم میں ترمیم و تنسیخ
کرتا رہتا ہے۔ ان علمائے جنھوں نے مسائل
تعلیم پر بحثیں کیں وہ اس لیے ایسا نہ کرسکے
کہ قوم کے انحطاط و تنزل کا زمانہ شروع
ہوچکا تھا ایسی حالت میں کیونکر عروج و ترقی
کے ان قوی اسباب کی طرف توجہ ہوتی
میں نے اس مسئلہ کو امام فن بلاغت
شیخ عبد القاہر جرجانی کی اسرار البلاغۃ
کے مقدمۂ طبع میں بیان کیا ہے۔ کتاب
مذکور فن بیان میں ہے اور اسکی
دوسری شاخ کتاب دلائل الاعجاز ہے
جو فن معانی میں ہے۔ یہ دونوں کتابیں
ہمارے بیان کردہ تعلیمی و تصنیفی ترقی
و تنزل کی سب سے عمدہ مثال
ہیں۔

تدلى التصنيف والتعليم فانهما
على كونهما اول الكتب التي حطت
بها البلاغة فنّا مدوّنًا ذا
قواعد وقوانين كلية مقسمة
الى ابواب وفصول لا يزالان
افضل وانفع مما صنف بعدهما
واستمد منهما ولا سيما
الكتب المشهورة المتقنة الصنعة
كالمفتاح للسكاكي والمطول و
المختصر للتفتازاني اللذين فتن
بدقة صنعتهما جميع علماء
المسلمين في بلاد العرب والعجم
فجعلوهما من كتب التدريس
فكان ذلك سبب موت البلاغة
العربية في جميع المدارس الاسلامية
ولذلك اجتهدنا مع شيخنا
الاستاذ الامام في البحث عن
نسخ اسرار البلاغة ودلائل
الاعجاز في الحجاز والعراق و
الاستانة وتصحيح ما ظفرنا
به وطبعه . وقد قرأهما

یہ دونوں کتابیں سب سے اول وہ کتابیں
ہیں جن کی وجہ سے فن بلاغت مدون ہوا
اور اُس کے قواعد و قوانین کلیہ بنے ۔
ابواب و فصول میں اس کی تقسیم ہوئی
اور باوجود اس کے وہ اب تک اس
فن کی ان تمام کتابوں سے بہتر ہیں جو
ان کے بعد تصنیف ہوئیں اور جن کی
تصنیف میں اس کتاب سے مدد لی گئی
خصوصاً اس فن کی مشہور اور متین کتابوں
کی تصنیف میں جیسے سکاکی کی مفتاح
اور تفتازانی کی مطول اور مختصر
جن کی باریک بینی پر علمائے عرب
عجم بے ساختہ مفتون ہو گئے اور ان کو
درس میں داخل کر دیا جس سے تمام
مدارس اسلامیہ میں فن بلاغت مردہ
ہو گیا۔ اسی لیے ہم نے شیخ مفتی
محمد عبدہ کے ساتھ مل کر اسرار البلاغۃ اور
دلائل الاعجاز کے نسخے حجاز، عراق اور
قسطنطنیہ سے بہم پہونچانے کی اور
اس کی تصحیح و طبع کی کوشش کی ۔
شیخ نے جامع ازہر میں ان دونوں

الاستاذ الامام فی الجامع الازہر
فاستفاد منهما کثیر من الطلاب
وانتعشت البلاغة العربية العملية
فی الازہر بل بث فیها نسمة الحیاة
بعد ان طال علیها زمن الموت و
قررتهما نظارة المعارف المصرية
فی مدرسة دار العلوم وهی المدرسة
التی یتخرج فیها مدرسو اللغة
العربية. وقررتهما ادارة معارف
السودان ایضًا فی مدرسة غوردن
الکلیة. ولو شئت ان اذکر الامثلة
علی تدلینا فی التدریس والتصنیف
فی کل علم من العلوم الاسلامية
لضاق وقت هذا الاجتماع عنه
وفاتکم ما تنتظرون سماعه من
کثیر من العلماء الاعلام۔
ان ما اشرت الیه من التدلی
فی التصنیف والتعلیم کان عاما
شاملا لجمیع البلاد الاسلامية
ولا غرو فالمسلمون امة واحدة
وقد کان ارتقاؤها فی العلوم والاعما[ل]

کتابوں کا درس دیا جس سے بہت سے
طلبہ کو فائدہ ہوا اور عملی طور سے عربی بلاغت
کی ایک حرکت ازھر میں پیدا ہوئی
اور جسم بلاغت میں ایک طویل مدت کے
بعد زندگی کی روح ساری ہوئی سررشتہ
تعلیم سوڈان نے اُن کو گارڈن کالج
کے کورس میں داخل کر دیا اسی طرح
اگر میں چاہوں تو علوم اسلامیہ میں سے
ہر علم کی تدریس و تصنیف میں جس طرح
تنزل پیدا ہوا ذکر کر سکتا ہوں لیکن اس
اجلاس کا وقت تنگ ہو جائے گا اور
جن علمائے کرام کی تقریریں سُننے کے
آپ منتظر ہیں اُن کی تقریر کا وقت
فوت ہو جائے گا۔

ہم نے تصنیف و تدریس کے جس
تنزل کا ذکر کیا وہ تمام بلاد اسلامیہ کو
محیط تھا اور ایسا ہونا کچھ تعجب انگیز نہیں
ہے کیونکہ تمام مسلمان ایک قوم ہیں جس کی
علمی و عملی ترقی اس کی مذہبی کتاب
کی ہدایت کے نتائج سے تھے اور اسی طرح
اس کی پستی مذہب کے راستہ سے ہٹ جانے

من آثار هداية دينها. وتداليها
فيهما من الانحراف عن صراط
دينها ولكن البلاد الاعجمية اصيبت
بمرض آخر في تعليم الدين ووسائله
وهو ان علماءها صاروا يدرسون
تلك العربية التي لا تصلح لتعليمكم
انفسهم على الوجه المؤدي الى الغاية
من اللغة والدين بالترجمة للطلاب
فكان هذا مصابا على مصاب.
اذا صار طالب العلم يشتري احترامات
من سني عمره قواعد عامة للغة
لا يعرفها كما تعرف اللغات فيعسر
عليه ان يطبقها على جزئياتها وان
يصل بها الى الغاية المقصودة من
اللغة وهي ان تكون ملكة له يقدر
على التكلم والكتابة بها بغير تكلف
ويفهم الكلام البليغ منها بغير
تردد ويتأثر به من غير تصنع فان
كان مقنعا اقتنع وان كان وعظا
اتعظ وان كان سارا أسر وان
كان محزنا حزن.

کی وجہ سے ہوئی ہے لیکن ممالک عجم کو تعلیم دین
و وسائل تعلیم دین میں ایک اور مرض لاحق ہوا
وہ یہ کہ عربی کی تعلیم و تدریس طلبہ کو بذریعہ
ترجمہ اس طرح شروع کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ طالب علم
اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصّہ کو بیچ کر زبان کے
چند عام قواعد صرف معلوم کرتا ہے جس کو
وہ اُس طرح نہیں جانتا جس طرح زبانوں کو
جاننا چاہیے اس سلیے اُن قواعد کو جزئیات
پر تطبیق دینا اور زبان کی تعلیم سے جو مقصود
ہے اس تک پہونچنا سخت مشکل ہوا، زبان
کی تعلیم سے مقصود یہ ہے کہ طالب علم کو
ایسی استطاعت ہو جائے کہ وہ بلا تکلف
اُس زبان میں بولنے اور لکھنے پر اور بلا تردد
بلیغ کلام کو سمجھنے پر قادر ہو جائے اور
اس کلام سے بغیر کسی تصنع کے اُسکے دل پر
اثر پیدا ہو۔ یعنی اگر کلام قناعت پیدا کرنیوالا
ہو تو وہ قانع ہو جائے۔ اگر کلام واعظانہ
ہو تو اس سے وہ نصیحت حاصل کرے
اگر مسرت و خوشی کا کلام ہو تو اُس کے دل
میں خوشی پیدا ہو اور اگر وہ غم والم سے بھرا
ہو تو وہ غمگین ہو۔

كان علماء العجم في القرون الاسلامية
الاولى يشاركون اخوانهم المقيمين
في بلادهم كالشام ومصر وافريقية
والاندلس في التاليف والتصنيف
والانشاء والشعر ويضربون معهم
بكل سهم فكانوا احسن مظهر لوحدة
الاسلام وانما كان ذلك لانهم
كانوا يجذقون اللغة العربية بالعمل
حتى تصير ملكة راسخة فيهم
كرسوخها في ابنائها ولما تضاءلت
الهمم وضعفت العزائم ونشئت
بدعة تعليم العربية والدين ذهبت
تلك المزية وضعفت العلوم الدينية
واللغوية وتراخت رابطة الوحدة
الاسلامية وماعاد ينبغ في بلاد
الاعاجم في تحصيل تلك الكتب
التي اشرنا اليها على قلة الغناء فيها
الا افراد يعدون على الانامل، بل
يمكنني ان اقول انهم من القلة
بحيث لم يصل الينا من نثرهم و
نظمهم شيء خال من لوثة العجمة

پہلی اسلامی صدیوں میں علمائے عجم اپنے
اُن عرب بھائیوں کے ساتھ جو اُنکے ممالک میں
اقامت گزیں تھے یا مصر و شام و افریقہ اور
اندلس وغیرہ دیگر ممالک میں رہتے تھے۔
تصنیف و تالیف۔ انشا پردازی اور شاعری
میں برابر شریک تھے اور اُنکے ساتھ ملکر ہر قسم کا
کام کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ اتحاد اسلامی
کے بہترین مظہر تھے۔ گذشتہ علمائے عجم کو یہ قدرت
اسلیے حاصل ہوتی تھی اور یہ اسلیے ایسا ہوتا تھا کہ وہ
عربی زباندانی میں کمال عملی حیثیت سے بہم پہونچاتے
تھے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ عربی زباندانی میں
اسی طرح کامل ہوتے تھے جس طرح خود عرب ہوتے تھے
لیکن جب ہمتیں کمزور ہو گئیں اور ارادے سُست ہو گئے
اور عربی زبان کی تعلیم میں ترجمہ کی بدعت داخل ہوئی
تو یہ کمال جاتا رہا۔ مذہبی و ادبی علوم کمزور ہو گئے اور
اتحاد اسلامی کی بندش ڈھیلی ہو گئی اور اسکے بعد پھر عجمی
ممالک میں ان کتابوں کی تعلیم سے جنکی طرف میں نے
اشارہ کیا۔ کمی لیاقت کی بنا پر چند لوگوں کے سوا جو اُنگلی
پر گنے جاتے ہیں کوئی بڑا شخص پیدا نہ ہوا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں
کہ وہ اسقدر کم لیاقت کم استعداد ہیں کہ ہم عربوں تک اُنکا
کوئی کلام خواہ نظم یا نثر نہیں پہونچا جسمیں عجمیت کی سُستی نہو

وقد كان السيد جمال الدين الافغاني
الحكيم الكبير والمصلح العظيم هو الذي
نفخ روح الاصلاح اللغوي والعلمي
في مصر وحمل تلاميذه من طلاب
الازهر على الكتابة والخطابة وارشدهم
الى طرقهما. وكان هو كاتبا بليغا
وخطيبا مفوها حتى كان يخطب
بالعربية عدة ساعات بلا تلعثم
ولكنه مع هذا كله ظل الى آخر عمره
يعرف الاعلام التي لا يجوز تعريفها
وتظهر العجمة في لهجته وبعض
الفاظه فلم يصقل لسانه بفصاحتها
كما كان الزمخشري وامثاله ممن قال فيهم
ابن خلدون انهم ليسوا اعاجم الا في
النسب. وسبب ذلك انه تعلم العربية
تعلما فنيا في الكتب ثم اهتدى في الكبر
بثاقب عقله ونور بصيرته الى الطريقة
التي بها تطبع ملكة اللغة في النفس الانسانية
فهدى تلاميذه من العرب بمصر اليها
فكانوا اسلس منه عبارة وانصع ديباجة
واسلم من تكلف الصنعة.

مشہور حکیم اور مصلح سید جمال الدین افغانی
جس نے مصر میں علمی وادبی روح پھونکی اور جس نے
اپنے طلبہ کو تحریر وتقریر پر آمادہ کیا اور اسکی
طرف اُن کی رہنمائی کی اور جو بلیغ انشاپرداز
اور مقرر تھا یہاں تک کہ وہ بغیر رکاوٹ کے
گھنٹوں تک عربی میں تقریر کر سکتا تھا، باوجود
ان کمالات قدرت علمی کے آخر عمر تک وہ
اُن اعلام پر حرف تعریف داخل کرتا تھا جن پر
حرف تعریف لانا جائز نہیں ہے اور نیز اُسکے لہجہ
اور بعض الفاظ سے عجمی پن ظاہر ہوتا تھا اور اسکی
زبان میں وہ صفائی نہ پیدا ہوئی جو زمخشری
وغیرہ گذشتہ علمائے عجم میں تھی، جنکے متعلق
ابن خلدون کا قول ہے کہ یہ لوگ بجز اس کے
نسباً عجمی ہیں اور کوئی بات ان میں عجمیت کی
نہیں پائی جاتی اس کی وجہ یہ تھی کہ افغانی مرحوم
نے پہلے کتابوں کے ذریعہ سے علمی طور سے
زباندانی حاصل کی پھر کبر سنی میں اپنی ذکاوت و
روشنی ذہن سے وہ راستہ معلوم کیا جس سے
کہ نفس میں عربی زبان میں زباندانی کا ملکہ پیدا
ہوا اس لیے مصر میں اپنے عرب طلبہ
کو جب تعلیم دی تو وہ لوگ خود اُن سے
زیادہ بے تکلف سلیس اور عمدہ عبارت پر
قادر ہوگئے۔

ايها الاساتذة الكرام؛
انكم تعلمون ان جميع
القواعد الكلية للعلوم منتزعة
من الجزئيات فالعلم بالجزئيات
مقدم بالطبع فيجب ان يكون
مقدما بالوضع فاذا ذكرت
الاجناس والفصول المقومة
والمقسمة لانواع من الحيوان
والنبات والقيت على من لم ير
شيئا من افراد تلك الانواع او
راى قليلا منها ثم دخل في
بستان توجد فيه افراد من تلك
الانواع كلها أتحسب انه يستطيع
ان يعرف كلا منها بهداية تلك
التعريفات والقواعد الكلية؟؟
كلا، اما من يعرف افراد تلك
الانواع فانه لا يحتاج الا الى
تنبيه قليل لمعرفة ما بينها من
الاشتراك والاتفاق وما بينها
من الفصل والاختلاف واذا
ذكرت له تلك الكليات يتناولها

فضلائے کرام!
آپ جانتے ہیں کہ ہر فن کے قواعد کلیہ
اُس کے جزئیات سے منتزع ہو کر بنتے ہیں
اس لیے فطرتاً جزئیات کا علم، کلیات کے
علم پر مقدم ہوتا ہے اس لیے ترتیباً بھی جزئیات
کی تعلیم کلیات کی تعلیم پر مقدم ہونی چاہیے
مثلاً اگر نوع حیوان اور نوع نبات کی
جنس و فصل کسی ایسے شخص کو بتائی جائے
جس نے اُن چیزوں کو خود اپنی آنکھوں سے
نہیں دیکھا، یا بہت کم دیکھا ہو پھر وہ
ایک باغ میں داخل ہو جس میں ان انواع
کے افراد موجود ہوں تو کیا ایسی حالت میں
وہ صرف جنس و فصل کی ترکیب سے
بنائی ہوئی عام تعریفات و قواعد کلیہ کے
ذریعہ سے وہ ان چیزوں کی ان جزئیات
کو پہچان سکتا ہے؟ نہیں نہیں وہ بالکل
نہیں پہچانے گا۔ لیکن وہ اگر ان جزئیات
سے واقف ہے تو ان کلیات کو ذرا سی
تنبیہ میں نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے
اور اُن کے مابہ الاشتراک اور
مابہ الامتیاز امور سے واقف

فهمه بسهولة وسرعة،

ومفردات اللغة واساليبها كمفردات انواع الكائنات يشترك بعضها في الفاعلية والمفعولية وفي الحقيقة والمجاز وفي غير ذلك من انواع الاتفاق فالقاعدة الموضوعة لضبط الفاعل والمفعول والحقيقة والمجاز لا يفهمها بسهولة وسرعة من لا يعرف الكثير من مفرداتها بالاستعمال ثم اذا هو فهمها لا يسهل عليه ان يطبق مفرداتها عليها واما من عرفها بالاستعمال فانه يفهمها بغاية السهولة ولاسيما اذا عرض عليه عند ذكرها كثير من الامثلة والشواهد عليها،

التعليم على هذه الطريقة هو التعليم الموافق للفطرة لفطرة الله التي خلق الناس عليها و مخالفته مخالفة للفطرة فالناس يتعلمون اللغات بتلقي مفرداتها

ہو سکتا ہے.

زبان کے مفردات کی مثال ٹھیک انہیں انواع کائنات کی جزئیات کی طرح ہے جو ایک دوسرے سے فاعلیت، مفعولیت حقیقت اور مجاز میں مشترک ہوتا ہے اس لیے فاعل ومفعول وحقیقت ومجاز کے ضبط کے لیے جو قواعد موضوع ہیں اُن کو وہ شخص آسانی سے نہیں سمجھ سکتا جو مفردات زبان کے استعمال سے واقف نہیں ہے۔ پھر اگر سمجھ بھی لے تو اُن قواعد کو وہ استعمالاً مفردات کلام میں جاری نہیں کر سکتا لیکن جو شخص کہ ان مفردات کے استعمال سے واقف ہے وہ بہت آسانی سے اُن قواعد کو سمجھ لیگا خصوصاً جبکہ ان قواعد کی تعلیم کے وقت بہت سے شواہد اور مثالیں اُسکے سامنے پیش کی جائیں۔

یہ طریقہ تعلیم اُس فطرت کے مطابق ہے جس پر خدا نے انسان کو مخلوق کیا ہے اور اس کی مخالفت درحقیقت فطرت کی مخالفت ہے لوگ عموماً زبانوں کی تحصیل اُن زبانوں کے مفردات کے ذریعہ سے عملاً حاصل

بالعقل وكذلك يعرف الموجودات
والكائنات بمعرفة افرادها والذين
وضعوا قواعد العلوم الكلية هم
جماعة من اصحاب العقول الكبيرة
عرفوا تلك الاشياء حق المعرفة
ثم بالتامل فيها انتزعوا منها
تلك القواعد فاذا اكلفنا التلاميذ
الصغار ان يعرفوا تلك القواعد
الكلية قبل ان يعرض عليهم
تلك الجزئيات نكون كاننا
نكلفهم ان يكونوا رجالا علماء
حكماء قبل ان يشبوا وان
يتعلموا وبذلك نكون قد
ارهقناهم من امرهم عسرا،

ان علماءنا المتقدمين
لم يكونوا محتاجين الى تسهيل
طريقة تعليم اللغة العربية كحاجتنا
اليها الآن، لانها كانت ملكة
لهم ومع هذا كان كتبهم ككتاب
سيبويه اقرب الى التعليم
الفطري من كتبنا لما كان فيها

کرتے ہیں اور اسی طرح دیگر کائنات اور موجودات
کا علم اُن کے افراد اور جزئیات کے علم سے
ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے علوم یا زبانوں کے قواعد
کلیہ وضع کیے ہیں وہ عقلا کی ایک جماعت ہے
جس نے اُن چیزوں کا اچھی طرح علم حاصل کیا اور
پھر غور و فکر سے اُن سے قواعد کلیہ منتزع کیے
ان وجوہ سے اگر ہم چھوٹے بچوں کو یہ تکلیف دیں
کہ وہ جزئیات یا مفردات زبان سے پہلے
ان قواعد کلیہ کو سمجھ لیں تو گویا ہم ان کو مجبور کرتے
ہیں کہ وہ ابھی شباب سے پہلے بڑے بڑے علما اور
عقلا ہو جائیں کہ ان عقلی قواعد کلیہ کا حقہ سمجھ لیں
اس بنا پر جب ہم انکو مفردات اور جزئیات سے
پہلے قواعد کلیہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ تو درحقیقت ہم انکو
ایک سخت مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ہمارے علمائے متقدمین کو طریقہ تعلیم زبان
عربی کی آسانی کی ویسی ضرورت نہ تھی جیسی
ہم کو ہے۔ کیونکہ عربی زبان اُن کی مادری
زبان تھی اور اس کے ساتھ اُن کے قواعد
زبان کی کتابیں جیسے کتاب سیبویہ
ہماری کتابوں سے زیادہ تعلیم فطری
کے موافق تھیں کیونکہ اُن میں نہایت

من الشواهد والامثلة الموضحة
للقواعد الكلية،

وما لي اضرب الامثلة
لتعليم فنون اللغة والمنطق و
لا اذكر ما هو اهم من ذلك و
اعلى وهو تعليم القرآن ودراسة
تفسيره وهو المقصد الاعلى و
الغاية الفضلى لعلي اذا انشأت
ابيّن كيف يجب علينا ان نتعلم
تفسير القرآن تعلما يعيننا على الاهتدا
به اكون قد استهدفت لنقد
كثير من الناس الذين يظنون
ان القرآن الحكيم لا يحتاج
الى فهمه الا المجتهدون الذين
يتصدون لاستنباط الاحكام
الفقهية العملية في احكام ظواهر
العبادات والمعاملات القضائية
التي يحتاج اليها الحكام في المحاكم
والمفتون، اولئك الذين يظنون
غير الحق وترتعد فرائصهم من
ذكر القرآن ويرون انهم سيعلم

کثرت سے شواہد اور مثالیں ہوتی تھیں جو
قواعد کلیہ کی توضیح کرتی ہیں۔
مجھے کیا ہی جو میں منطق اور فنون زباندانی کی
مثالیں بیان کر رہا ہوں اور جو چیز اس سے
زیادہ اہم اور اعلیٰ ہے اُس کو نہیں بیان
کرتا اور وہ قرآن مجید اور فن تفسیر
کی تعلیم ہی، جو تعلیم عربی کا مقصد اعلیٰ ہی
اور غایت حقیقی ہے شاید جب میں یہ
بیان کرنے لگوں کہ ہم کو کیونکر فن تفسیر
کی ایسی تعلیم حاصل کرنی چاہیے جو ہم کو
قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرنے میں
مدد دے تو میں اُن بہت سے حضرات کے
اعتراضات کا نشانہ بنونگا جو سمجھتے ہیں کہ
قرآن مجید کو سمجھنے کی ضرورت اُن مجتہدین
کے سوا کسی اور کو نہیں ہے جو عبادات و
معاملات کے ظواہر احکام فقہیہ جن کی حکام
کو عدالتوں میں اور مفتیوں کو ضرورت ہی
استنباط کرتے ہیں ان حضرات کا خیال صحیح
نہیں ہے۔ نفس قرآن کی تعلیم کے ذکر سے
وہ ڈر جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ
قرآن مجید کے سمجھنے سے لوگوں کو

عن فهمه وصدّ الناس عنه يخدمون دينهم ويحافظون عليه،

ايها الاخوة الكرام:

ان الله انزل القرآن هدى للناس اجمعين وان الاهتداء ليس خاصًا بالمجتهدين الذين يستنبطون الاحكام العملية الفقهيه وان آيات الاحكام فيه هي اقل عددًا من سائر الآيات التي تهدى العقول والارواح وترقي بها الى اعلى معارج الفلاح وكان سلفنا فى القرون الاولى يهتدون به ويحيون بحياته ولم يكونوا كلهم ولا اكثرهم مجتهدين بهذا المعنى المعروف فى الاصول،

لولا هداية القرآن وسلطانه على ارواح اولئك الاخيار لما كانوا خير امة اخرجت للناس ولما انتشر الاسلام بفضل الاقتداء

علیحدہ رکھنا اور اُن کو اس سے باز رکھنا مذہب کی خدمت وحفاظت ہی۔

برادران کرام!

خدا نے قرآن مجید تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ ہدایت حاصل کرنا صرف اُن مجتہدین کے لیے مخصوص نہیں ہے جو احکام عملیہ فقہیہ کا استنباط کرتے ہیں ۔ قرآن مجید میں آیات احکام اُن آیات کے مقابلہ میں کم ہیں جن سے مقصود عقل اور روح کی ہدایت ہی اور اُن کو اعلیٰ مدارج فلاح تک پہونچانا ہی، ہمارے سلف صالح ابتدائی صدیوں میں اسی قرآن سے ہدایت حاصل کرتے تھے اور اُسی کی زندگی سے زندگی پاتے تھے اور حالانکہ وہ کُل کے کُل اُس اصطلاح معروف کی حیثیت سے مجتہد نہ تھے۔

اگر قرآن مجید کی ہدایت اور اُس کی قوت ان بزرگان سلف کی حقیقی روح نہ ہوتی تو وہ بہترین قوم نہ ہوتے جو تمام دنیا کے لیے نمونہ بنائی گئی تھی جیسا کہ قرآن مجید نے اُن کا یہ وصف بیان کیا ہی۔ جب ان بزرگوں کے اتباع وتاثیر سے اسلام پھیلا تو

بهم فقد زكى القرآن، انفسهم
ورقى عقولهم حتى كانوا لا يدخلون
بلاداً الا و يجذبون اهلها الى
الاسلام بمحض لقدرة ذلك
بانهم ما كانوا يعرفون لغة
اولئك الاقوام ولا كانوا يفتحون
لهم المدارس و يعلمون اولادهم
دينهم ولغة دينهم فكيف انتشر
الاسلام من اقصى الهند الى
اقصى افريقية واوربة في
تلك المدة القصيرة،

يقول الجاهلون ان الاسلام
قد انتشر بقوة السيف يا سبحان
الله ان هذا الدين بدئ برجل
واحد وهو النبي صلى الله عليه
وسلم وكان قومه يجاهدونه
بسيوفهم طول حياته ولم يظفر
بهم الظفر التام الا قبيل وفاته
اعنى عام فتح مكة، ثم ان
اولئك الشرذم من اصحابه الكرام
انتشروا في شرق ارض الحجاز

قرآن مجید نے اُن کے نفوس کو پاک کر دیا
تھا اور اُن کی عقلوں کو بڑھا دیا تھا یہاں تک
کہ کسی ملک میں اُن کا گذر (جب) ہوتا تھا
(تو) خواہ مخواہ لوگوں کے قلوب اُن کی طرف
کھنچ آتے تھے، حالانکہ نہ وہ اس ملک کی
زبان جانتے تھے اور نہ وہاں کے باشندوں
کے لیے ایسے مدارس قائم کرتے تھے جنمیں
وہ اُن کے بچوں کو اپنا مذہب اور اپنے
مذہب کی زبان کی تعلیم دیتے تھے پھر باوجود
اس کے کیونکر اسلام اس قلیل مدت میں اقصائے
ہندوستان سے اقصائے افریقہ اور
یوروپ تک پھیل گیا۔

نادان کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا سبحان اللہ
یہ واقعہ ہے کہ یہ مذہب تنہا ایک شخص یعنی
محمد رسول اللہ صلعم کی کوشش سے پیدا
ہوا۔ اُس کی قوم اُس کی زندگی تک اُس سے
ہمیشہ لڑتی رہی اور اُسکو کامل فتح اپنی قوم
پر اپنے وفات کے کچھ ہی دن پہلے یعنی
فتح مکہ کے سال حاصل ہوئی۔ پھر اُس کے
بزرگ دوستوں کی مختصر جماعت تمام
حجاز میں پھیل گئی۔ ایسی حالت میں

وغربها فهل كان في استطاعتهم
ان يكرهوا اهل المشرق والمغرب
على الاسلام وهم يقبلون منهم
الجزية التى كانت اقل ما يأخذه
حاكم من محكوم ثم هم يعاملونهم
بالعدل والمساواة فى الحقوق
القضائية ويتركون لهم
حرية دينهم ويسمحون لهم
ان يتحاكموا الى رؤساء ملتهم
في كل خصام يقع بينهم؟؟ كلا
انهم لم يكرهوا احدًا على
الاسلام بحد السيف وانما
جذبوا قلوبهم وعقولهم
اليهم لانهم رأوهم اعدل
الناس وارحم الناس وافضلهم
اخلاقا وادابا فاقتدوا بهم
واحبوا ان يكونوا مثلهم بل
منهم فكانوا يدخلون في
الاسلام افواجا ويقبلون
على تعلم اللغة العربية لاجل
ان يهتدوا بنور ذلك الكتاب

کیا اس مختصر جماعت کیلیے یہ ممکن تھا کہ تمام دنیا کو
اسلام قبول کرنے پر مجبور کرے حالانکہ وہ مفتوح
اقوام سے ایک نہایت معمولی ٹیکس جزیہ کے
نام سے لیتے تھے۔ یہ ٹیکس اسقدر معمولی اور
ادنیٰ ہوتا تھا کہ جس سے زیادہ کم کسی فاتح نے
اپنی مفتوح قوم سے نہیں لیا۔ پھر اسکے ساتھ اپنے
مفتوحین سے وہ حُسن معاملہ اور عدل و انصاف
کے ساتھ پیش آتے تھے انکو حقوق برابر کے عطا کرتے تھے
اُنکو ہر قسم کی آزادی دیتے تھے اور اُنکو اجازت تھی
کہ باہمی نزاع و مخاصمت کے مقدمات اپنے روساے
مذہبی کے سامنے لیجائیں اور اُن سے فیصلہ
چاہیں؟؟ نہیں ہرگز نہیں اُنھوں نے کسی کو
بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ ہاں
اُنھوں نے لوگوں کے دل اور عقل کو اپنی طرف
کھینچ لیا کیوں؟ اسلیے کہ ان مفتوح اقوام نے ان
صحابۂ کرام کو تمام لوگوں سے زیادہ رحمدل، زیادہ
عادل، زیادہ با اخلاق پایا اسلیے انکی اقتدار کی
اور چاہا کہ یہ بھی مثل انکے ہوجائیں بلکہ انہیں میں سے ہوجائیں
اس بنا پر گروہ در گروہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے اور
عربی زبان حاصل کرنے لگے تاکہ اُسکو سیکھ کر اس کتاب
عربی مبین کی روشنی سے ہدایت حاصل کریں

العربي المبين الذي جعل اولئك
الفقراء المستضعفين هم الائمة
الوارثين وبهذا انتشرت اللغة
العربية بانتشار الدين بسرعة
غريبة قبل ان يكون لها مدارس
منشأة ولا كتب مدونة،

يمكن لمن يفهم اللغة
العربية حق الفهم ان يهتدي
بالقرآن ويعتبر بمواعظه وآدابه
وان لم يقرأ شيئًا من كتب
الفقه فان تاثير القرآن في قلوب
من يفهمونه عجيب حتى ان بعض
ادباء النصارى عندنا بمصر
يعجبون منه ويعترفون به و
قد سمعت غير واحد منهم يقول
عند حضور بعض احتفالات
المدارس وسماع القرآن المجيد
فيها ان لهذه القراءة تاثيرًا
عميقا في النفس هذا وهم لا يؤمنون
به فما بالكم بالمؤمنين المخلصين
اولئك هم الذين هم مراة قوله

جس نے ان کمزور اور مسکین لوگوں کو دنیا کا پیشوا
بنا دیا اور اسی بنا پر عربی زبان بھی مذہب اسلام کی
اشاعت کے ساتھ ساتھ سرعت کے ساتھ اشاعت
پاتی گئی۔ حالانکہ اسوقت عربی زبان کے لیے نہ
مدارس قائم ہوئے تھے اور نہ کتابیں مدوّن
ہوئی تھیں۔

ہر شخص جو اسلام کی مقدس عربی زبان اچھی طرح
جانتا ہی اسکے لیے ممکن ہو کہ وہ قرآن شریف سے
ہدایت اور اس کے نصائح واخلاق سے عبرت
حاصل کرے گو اُس نے فقہ کی کوئی کتاب
نہ پڑھی ہو کیونکہ قرآن مجید کا اثر عربی زبان
سمجھنے والوں کے دلوں میں حیرت انگیز ہی یہانتک
بعض مسیحی اہل زبان ہمارے ہاں مصر میں قرآن مجید کو
نہایت حیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بہت سے
عیسائیوں کو بعض جلسوں میں قرآن شریف پڑھتے
سن کر یہ کہتے سنا ہی کہ اس قرأت کا دل پر گہرا
اثر ہوتا ہے حالانکہ وہ قرآن مجید پر
ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ ایسی حالت
میں اُن خالص مسلمانوں کے دلوں
کی کیا حالت ہوگی جو خدا کے اس
قول کے مصداق ہیں۔

قوله تعالٰی اللّٰہ نزّل احسن الحدیث كتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذكر اللّٰہ" وقوله: "انما المؤمنون الذین آمنوا باللّٰہ ورسوله ثم لم یرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل اللّٰہ اولئك هم الصٰدقون" فهل یمكن لمن لا یفهم العربیة فهما صحیحا ان یكون من هؤلاء المؤمنین الصادقین وقال عز وجل "لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیته خاشعا متصدعا من خشیة اللّٰہ وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم یتفكرون" فاعتبروا بقوله تعالٰی "وتلك الامثال" فانّ تعالٰی هدانا بهذا المثل الی ان نؤتبا بانفسنا ان تكون قلوبنا اقسٰی من الحجارة وهكذا شان من لا یخشع بالقرآن

"خدا نے عمدہ بات یعنی ایسی کتاب اُتاری جسکے باہم اجزا متشابہ ہیں و دو دو ہیں - اسکو سُنکر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور انکا دل اور نرم ہوکر خدا کی یاد کی طرف مائل ہوتا ہے"

"مومن وہی ہیں جو خدا اور اُسکے رسولؐ پر ایمان لائے پھر شک و شبہ نہیں کیا اور اپنی جان و مال سے خدا کے راستے میں کوشش کی یہی سچے لوگ ہیں"۔

کیا جو شخص عربی زبان سے واقف نہیں کیا وہ اُن سچے مؤمنین میں سے ہوسکتا ہے۔

دوسری جگہ خدا فرماتا ہے "اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اُتارتے تو تو دیکھتا کہ وہ خدا کے خوف سے پست و پارہ پارہ ہوجاتا"۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں خدائے پاک کے الفاظ (تلک الامثال) پر غور کرو۔ خدا تعالیٰ نے اس مثال سے ہمیں بتایا ہے کہ ہمارے دل پتھر سے زیادہ سخت نہوں۔ اور یہی حالت اُس شخص کی ہے جس میں قرآن شریف سے خشوع نہیں پیدا ہوتا اور نہ اُس کے نصائح سے اثر حاصل کرتا ہے

ولا يتأثر بمواعظه،

اذا سمع من يفهم العربية فهما صحيحا مثل قوله تعالى فى الآيات الكريمة التي افتتح بها هذا الاحتفال "يا أيها الذين آمنوا استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يحييكم واعلموا أن الله يحول بين المرء وقلبه وأنه إليه تحشرون"، فانه يمكنه ان يفهم منه ان النبي صلى الله عليه وسلم ما دعانا بهذا الكتاب الحكيم الا الى ما نحيا به حيوة معنوية طيبة نكون بها أمة عزيزة كريمة وان ينتقل ذهنه من ذلك الى تدبر القرآن ليهتدي به الى السنن الاجتماعية والنفسية التي بين الله تعالى بها اسباب هذه الحياة وهي كثيرة في القرآن وليست مما يلحقه النسخ الذي تشترط معرفته في الاجتهاد،

اگر ایک صحیح طور سے عربی سمجھنے والا ان آیات کریمہ کو سُنے جن سے اس جلاس کا افتتاح کیا گیا ہے "اے ایمان والو! خدا اور رسول کی پکار سُنو جب وہ تم کو اس امر کے لیے پکارے جو تمکو زندہ کردیگا اور یقین جانو کہ وہ انسان اور اُسکے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور اُسکی طرف تم سب لوگ جمع کیے جاؤگے" تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو قرآن حکیم کی طرف جو دعوت دی وہ تو درحقیقت ایک ایسی چیز کیطرف دی جس سے ہم کو روحانی پاک زندگی حاصل ہوسکتی ہے جسکے حصول کے بعد ہم ایک معزز اور محترم قوم بن جائیں اور پھر اسکے بعد اُس شخص کا ذہن قرآن شریف میں غور و فکر کرنے کی طرف منتقل ہوسکتا ہے تاکہ وہ اُن روحانی اور معاشرتی قوانین تک پہونچ سکے جن کے ذریعے سے خدائے پاک اُس روحانی پاک زندگی کے اسباب ظاہر کرتا ہے اور اُسکا ذکر قرآن مجید میں نہایت کثرت سے ہے اور یہ اُن آیتوں میں نہیں ہے جن میں وہ نسخ لاحق ہوتا ہے جن کا جاننا اجتہاد کے لئے ضروری ہے۔

بیان ھذہ الحیاۃ فی کتاب
اللہ تعالیٰ اعلےٰ مرتبۃً من بیان
بعض احکام المعاملات کاحکام
الحیض والبیع والسلم والشرکات
قال اللہ تعالیٰ "یُنَزِّلُ الرُّوْحَ
مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِہٖ"، وما سمی اللہ الوحی روحًا
الا لانہ ینفخ فی المتدین روح
الحیاۃ المعنویۃ التی یکونون بہا
ائمۃ الخیر فی الدنیا واصحاب
السعادۃ فی الآخرۃ تلک الحیاۃ
ظہر اثرہا فی سلفنا فسادوا العالم
کلہ کما اشرنا الی ذلک من قبل،
ونحن ننشدہا ونبحث عن اسبابہا
الآن،

انی کنت اود لو ابنی خطابی
وتذکیری ھذا علی الآیات
التی افتتح بہا الاحتفال مفاضۃ
فی الکلام علی ھذہ الحیاۃ ولکن
اقترح علیّ مولانا الشیخ شبلی
ان اقول شیئاً فی التعلیم

اِس زندگی کا بیان قرآن مجید میں بعض
دیگر احکام و مسائل معاملات مثل احکام حیض
بیع سلم اور شرکت وغیرہ کی نسبت سے زیادہ
بلند رتبہ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "وہ اپنے
حکم سے بندوں میں جس پر چاہتا ہے روح
نازل کرتا ہے"

خدائے پاک نے اِس موقع پر وحی کو
روح کے لفظ سے تعبیر اس لئے فرمایا کہ وحی
روحانی اور باطنی زندگی کی روح پھونکدیتی ہے
جس کی وجہ سے وہ لوگ دنیا میں پیشوایان
نیکی و بہتری اور آخرت میں سعادت و فلاح پاتے
ہیں وہ روحانی و معنوی زندگی جسکا اثر ہمارے
سلف صالحین میں ظاہر ہوا اور وہ تمام دنیا کے
سردار ہوگئے جبکہ ہمنے اس کی طرف پہلے اشارہ
کیا اور ہم اُس زندگی کو ڈھونڈھتے ہیں اور اب
اُسکے اسباب علل کی تحقیق کرتے ہیں۔
میں چاہتا تھا کہ اپنی تقریر کا عنوان موضوع
اُن آیات کو قرار دوں جن سے اس
جلسے کا افتتاح ہوا اور اس زندگی پر
تفصیل سے بحث کروں لیکن مولنا شبلی
نے کل فرمایش کی کہ میں تعلیم پر کچھ کہوں

فلم یکن بدٌ من الامتثال، وانی
قد افتتحت خطابی بقوله تعالی
"الحمد لله الذی احیانا بعد
ما اماتنا والیه النشور"،
للاشارة الی هذه الحیاة وحظنا
منها الان، تعلمون ان هذه
الجملة تتلی عند الاستیقاظ من
النوم وقد اشرت بافتتاح الخطاب
بها الی ان حظنا من هذه
الحیاة الان هو اننا انشأنا
نستیقظ من ذلك النوم الطویل،
والنوم ضرب من الموت، "الله
یتوفی الانفس حین موتها
والتی لم تمت فی منامها"،
فلست اعنی بهذا اننا عدنا
امة حیة کما کنا، والله تعالی
یحمد علی کل حال،

موت الامم یشبه النوم
وحیاتنا تشبه الیقظة ولا اقول
ان امتنا قد استیقظت کلها
من ذلك النوم الطویل السبات

مجھے امتثال امر سے چارہ نہ تھا اور میں نے
اپنی تقریر کا اس حدیث سے افتتاح کیا
"اُس خدا کی حمد جس نے مرنے کے بعد ہمکو
پھر زندہ کیا اور اُسی کی طرف اُٹھ کے جانا ہے"
صرف اسی زندگی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے
اور اس لیے کہ ہم یہ بتائیں کہ اب اس زندگی کا
کتنا حصہ حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے
کہ یہ حدیث سو کر اُٹھتے وقت پڑھی جاتی ہے اور اس
حدیث سے اپنی تقریر کا افتتاح کرتے ہوئے
بیان کیا تھا کہ اس زندگی سے ہم اتنا فائدہ
اُٹھا رہے ہیں کہ ہم اس لمبی نیند سے اب جاگنے
لگے ہیں اور نیند ایک قسم کی موت ہے خدا تعالے
فرماتا ہے "خدا مرتے وقت جانوں کو وفات
دیتا ہے اور جو جانیں ابھی نہیں مریں اُنکو سوتے میں"
میری مراد اس بیداری سے یہ نہیں ہے کہ ہم
پھر ایک زندہ قوم ہو گئے جس طرح پہلے تھے
خدا کی ہر حالت میں حمد کرنی چاہیئے۔

قوموں کی موت نیند کے مشابہ ہے اور اُنکی
زندگی بیداری کے مثل ہے۔ میں یہ نہیں کہتا
کہ ہماری کُل کی کُل قوم اس لمبی اور گہری نیند
سے جاگ اُٹھی ہے۔

المستغرق الذي مرّت عليها
القرون وهي فيه لا تشعر بما
تعمله الامم الحية المستيقظة
من حولها. ولا بما تفعله حوادث
الايام في جسمها وانما استيقظ
الآن بشدة قوارع تلك الحوادث
طائفة من افرادها وهم دعاة
الاصلاح الذين ارتفع صوتهم
في بلادها،

ايها الاخوة الكرام!

اننا مرضى ودواؤنا
في الكتاب الذي نزله الله
الينا، قال الله عز وجل "وَ
نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ
وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ"، وكيف
يرجى الشفاء لمن جهل الدواء
وانما يعرف هذا الدواء بمعرفة
اللغة العربية ثم بتلاوته و
تدبره بقصد الاستشفاء و
الاهتداء به فاذا كان بين
مسلمي العرب وبينه حجاب

جس پر صدیاں گزر گئیں اور اُس نیند میں وہ
نہ جان سکیں کہ وہ بیدار اور زندہ قومیں اسکے
ارد گرد کیا کر رہی ہیں اور اب قوم کے چند
افراد کی جماعت ان حوادث کی کھڑ کھڑا
دینے والی آوازوں سے چونک اُٹھی ہے
اور یہ جماعت اُن داعیانِ اصلاح کی ہے
جن کی آواز اسلامی ممالک میں بلند
ہو رہی ہے۔

برادرانِ کرام!

ہم بیمار ہیں اور ہماری دوا اس کتاب
میں ہی جسکو خدا تعالےٰ نے ہم پر نازل کیا
خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
"قرآن سے ہم وہ نازل کرتے ہیں جو مسلمانوں
کے لیے شفا اور رحمت ہے"
ایسی حالت میں اُس شخص کی شفا کی کیونکر امید کیجا سکتی
ہے جو دوا ہی سے ناواقف ہو یہ دوا صرف عربی زبان
جاننے سے معلوم ہو سکتی ہے اور پھر اُس کتاب کی تلاوت
سے اور اسمیں بغرض حصول شفا وصحت ہی غور و فکر
کرنے سے اگر عرب مسلمانوں اور اس شفا کے درمیان ایک پردہ
حائل ہے اور وہ بقصد شفا قرآن میں غور نہ کرنا تو غیر عرب
مسلمانوں اور اس شفا کے درمیان دو پردے حائل ہیں

واحد وهو ترك التدبر بهذا
القصد فان بين مسلمي العجم
وبينه حجابين وهما جهل
لغته وعدم تدبره وان ازالة
كل من الحجابين من اسهل الاعمال
على الفريقين وقد جربنا
تذكير عوام العرب بمواعظ
القرآن فنفعت الذي وكذلك
تنفع غيرهم اذا رفع
الحجاب وتوفرت الاسباب
واتيت البيوت من الابواب
"وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ
الْمُؤْمِنِينَ" "فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ
الذِّكْرَىٰ ، سَيَذَّكَّرُ مَن
يَخْشَىٰ"

انني اعتقد ايها الاخوة
بالدليل ان تعلم اللغة العربية
فرض على جميع المسلمين فان
ما فرض الله تعالى عليهم من
تدبره والتذكر والاعتبار به
والاهتداء بهديه كل ذلك

اور وہ قرآن شریف کی زبان سے ناواقف
ہونا اور پھر اُس میں غور نکرنا اور اُن دونوں
جماعتوں کے لیے ان پردوں کو اٹھانا نہایت
آسان کام ہے۔ کیونکہ عوام عرب کو ہم نے
قرآن شریف کے نصائح کا وعظ کہنا شروع
کیا تو تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس وعظ سے
انکو فائدہ ہوا، اسی طرح ان کے سوا اوروں کو
بھی فائدہ ہوگا جب پردہ اُٹھا دیا جائیگا
اسباب بکثرت پیدا ہو جائینگے اور گھروں میں
دروازوں سے داخل ہونے لگیں گے
یعنی جب ہر کام کی صحیح تدبیر اختیار کرینگے
خدا تعالی فرماتا ہے۔
"نصیحت کر، کیونکہ نصیحت مسلمانوں کو مفید
ہوتی ہے، نصیحت کر اگر نصیحت مفید ہو، جو
ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کریگا"

برادران من!

میں دلائل کی بنا پر اعتقاد رکھتا ہوں کہ
عربی زبان کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے
کیونکہ خدا نے مسلمانوں پر جو قرآن مجید میں
غور و فکر و تدبر کرنا اور اُسکا اتباع
کرنا فرض قرار دیا ہے وہ بالکل

يتوقف على معرفة لغته وقد
روى هذا القول عن بعض علماء
السلف ومنهم الشافعي وهو
ماجرى عليه العمل في الصدر
الاول وهو ابلغ من القول ولولا
هذا الاعتقاد لما انتشرت اللغة
العربية بانتشار الاسلام في
الشام والعراق وفارس من
بلاد المشرق ومصر وافريقية
الشمالية كلها والاندلس من
جهة المغرب وهي البلاد التي
فتحها الصحابة والتابعون رضي
الله عنهم ثم امتدت الى غيرها
من بلاد الاسلام كهذه البلاد
وغيرها من قبل ان تنشاء
المدارس لها ولولا فتنة
العصبية الجنسية التي اثارها
بعض زنادقة العجم في الاسلام
لاجل هدمه وازالة سلطته
لكانت الامة الاسلامية
كلها اليوم تنطق بلسان واحد

اس کی زبان کے جاننے پر موقوف ہے،
عربی زبان کی فرضیت بعض علمائے سلف
سے بھی جن میں ایک امام شافعیؒ ہیں مروی
ہے اور صدر اول کا عمل بھی اسی پر رہا۔
ظاہر ہے کہ عملی فتویٰ، قولی فتوے سے
زیادہ بہتر ہے اور اگر صدر اول کا یہی اعتقاد
نہ ہوتا تو عربی زبان اسلام کی اشاعت
کے ساتھ ساتھ بلاد مشرق میں سے شام
عراق اور فارس میں اور مغربی جہات میں سے
مصر، افریقہ اور اندلس میں نہ پھیلتی اور یہ
وہی ملک ہیں جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ
عنہم نے فتح کیا، اس کے بعد یہاں سے
دیگر ممالک اسلام جیسے اس ملک ہندوستان
وغیرہ تک عربی زبان پہونچی اور یہ
عربی زبان کی تحصیل کے لیے مدارس
قائم ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے
اور اگر اس قومی تعصب کا فتنہ
نہ ہوتا جسکو زنادقۂ عجم نے اسلام
میں برپا کیا تاکہ اسلام کی عمارت منہدم
کر دیجائے اور اسکی قوت فنا کر دیجائے تو آج
تمام امم اسلامیہ کی زبان واحد اور متحد ہوتی

وتدعى الى فلاحها فتستجيب
بصوت واحد،

من الآيات الكثيرة
الدالة على وجوب تدبر القرآن
والاهتداء به قوله تعالى
"افلا يتدبرون القرآن ولو كان
من عند غير الله لوجدوا فيه
اختلافا كثيرا"، وقوله "افلا
يتدبرون القرآن ام على
قلوب اقفالها. ان الذين
ارتدوا على ادبارهم من بعد
ما تبين لهم الهدى الشيطن
سول لهم واملى لهم"، وقوله
افلم يدبروا القول ام جاءهم
ما لم يأت اباءهم الاولين.
ام لم يعرفوا رسولهم فهم له
منكرون"، وقوله تعالى. ولقد
يسرنا القرآن للذكر فهل من
مدكر" اى سهلناه لاجل ان
يتذكر ويتعظ به من يتذكر فهل
من متذكر وهو استفهام بمعنى

اور جب اُن کو اُن کے فلاح کی دعوت دیجاتی
تو ایک آواز ہو کر وہ لبیک کہتے، اُن
کثیر التعداد آیات میں سے جو اس بات پر دال ہیں
کہ قرآن مجید میں غور و فکر و تدبر کرنا فرض ہے
بعض آیتیں ہیں "کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے
اگر غیر خدا کے پاس سے وہ ہوتا تو اسمیں وہ سخت
اختلاف پاتے" "کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے
یا دلوں پر قفل ہیں۔ جو لوگ ہدایت ظاہر ہونے
کے بعد پشت پھیر کر پیچھے پھر گئے شیطان نے
اُن کو سبتے دیے ہیں اور اُن کی ڈھیل دی ہے"
کیا وہ بات پر غور نہیں کرتے، یا اُن کے پاس وہ
بات آئی جو اُنکے پہلے اسلاف کے پاس نہیں آئی یا
اُنھوں نے رسول کو نہیں پہچانا اور وہ اُس سے
نا آشنا ہیں" "ہم نے نصیحت حاصل کرنے
کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی
نصیحت حاصل کرنے والا ہے"
اِس آخر آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو
اِس غرض سے سہل اور آسان کیا کہ اس سے
وہ لوگ حاصل کریں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتے
ہیں تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ یہاں
پر یہ استفہام امر کے معنی میں ہے۔

الامر وقوله تعالىٰ "ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ"، وقوله "هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ"۔ وقوله تعالىٰ "وَذَكِّرْ بِهٖ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ" وقوله "فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ"، ومنها الايت التي تبين تاثيره في قلوب المؤمنين وقد ذكرنا منها قوله تعالى "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ" الاية وقوله عز وجل "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا" الاية ومنها الايت الكثيرة الهادية الى كونه تعالى انزله وجعله تبيانا لكل شئ وكل ذلك لا يكون الا بفهم اللغة العربية فهما صحيحا يؤثر

قرآن مجید کے وجوبِ تدبر پر یہ آیتیں بھی دال ہیں۔ "یہ وہ کتاب ہی جس میں شک نہیں پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہی یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایمان والوں کے لیے بصیرت اور رحمت ہی۔ اس قرآن سے نصیحت کرو کہیں کوئی گرفتار ہو جاوے اپنی کرتوتوں کے بدلے میرے اُن بندوں کو بشارت دے کہ جو باتیں سُنکر اُن میں سے اچھی بات (چُنکر) اُسکی پیروی کرتے ہیں اُنہیں کو خدا نے راہ دکھائی ہی، اور یہی عقل والے لوگ ہیں

ان میں سے بعض وہ آیتیں ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن مجید کا مسلمانوں کے دل پر کیا اثر ہوتا ہی۔ ہم اس قسم کی آیتوں میں سے اس آیت کو پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

"خدا نے ایک متشابہ کتاب بناکر اچھی بات اُتاری ہی دو دو، اس سے اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے خدا سے ڈرتے ہیں"

اور اس آیت کریمہ کو بھی ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ "اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے ہو، تو دیکھتا کہ وہ پست ہو جاتا"

انہیں میں سے وہ اکثر آیتیں بھی ہیں جو اس بات کو بتاتی ہیں کہ خدا نے قرآن مجید کو ہر شے کے لیے تفصیل اور بیان بنایا ہی، اور یہ تمام باتیں وہ ہیں جو قرآن مجید

في النفس هذه الضروب من هداية
القرآن لا تقتبس الا منه ولست
من المسائل الاجتهادية التي تنال بالتعليم
وخلاصة القول انا لا شفاء لنا
ولا حياة الا بكتاب ربنا وان الاهتداء
به لا يكون الا باحياء لغته، فان
الترجمة ليست من كلام الله المنزل
وليس لها تاثير في النفوس واحياء اللغة
وسهولة تعلمها انما يكون بما اشرنا
اليه من اصلاح التعليم فعليكم ان
تساعدوا الذين يتصدون للاصلاح
كهذه الندوة المباركة وقد ضاق
الوقت عن بيان اصلاح تدريس
سائر العلوم الاسلامية ثم بيان
ما يحتاج اليه من العلوم الدنيوية
وحان موعد حل الجلسة وقد
بينا كل ذلك في الفصل الملحق بنظام
مدرسة الدعوة والارشاد
فليراجعه من اراد واني اختم
الجلسة الآن،

صحیح طور سے سمجھے بغیر جس سے دل میں اثر پیدا ہو؛
حاصل نہیں ہو سکتیں۔
حاصل کلام یہ ہے کہ ہماری شفا اور ہماری زندگی خدا
کی کتاب میں ہے، اور اس کتاب سے فائدہ حاصل
کرنا بغیر عربی زبان کو زندہ کیے غیر ممکن ہے۔ ترجمہ
خدا کا خاص نازل کردہ قرآن نہیں ہے، اور اسی لیے
اُس کی تاثیر دل میں زیادہ گہری نہیں اور عربی زبان
کا زندہ کرنا اور اس کی تعلیم کا آسان کرنا صرف
اُس اصلاح تعلیم سے ہو سکتا ہے جس کو میں بیان کر چکا
ہوں۔ ان وجوہ سے آپ پر فرض ہے کہ جو لوگ
اس اصلاح کے لیے کوشاں ہیں جیسے یہ مبارک
جماعت ندوہ اُن کی آپ امداد کریں۔
تمام علوم اسلامیہ کے طریقہ تعلیم و تدریس کی اصلاح
اور جن علوم دنیویہ کی ضرورت ہے اُنکے بیان کرنے کا اب
وقت نہیں رہا اور اب جلسہ برخاست ہونے کا وقت آگیا
اور یہ تمام باتیں بتفصیل اُس مضمون میں ہم بیان کر چکے
ہیں جو مدرسہ دار الدعوۃ والارشاد کے نظام
(پراسپکٹس[1]) کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا ہے جو چاہے
اس کی طرف رجوع کرے اور اب میں اس
اجلاس کو ختم کرتا ہوں۔

---

[1] یہ پراسپکٹس اس مطبع میں زیر طبع ہے

اَلتَّرْبِيَةُ

(ووجه الحاجة اليها وتقاسيمها
والكلام على تربية الامم
والاسلام والتربية الدينية
والاسلام وتربية الارادة)

خُطبة ارتجالية

القاها في مدرسة
العلوم الكلية بعليكره
حضرة العلامة المصلح
والتقي الصالح مولنا
السيد محمد رشيد رضا
صاحب المنار

ايها النواب الجليل، ايها
الاساتذة والوجوه الاجلاء،

اَلتَّرْبِيَت

(اور اُس کی ضرورت۔ اور اُس کی تقسیم،
قوموں کی تربیت اور اسلام،
دینی تربیت اور اسلام،)

لکچر حضرت علامہ مصلح
والتقی الصالح سید رشید رضا
ایڈیٹر المنار

مدرسۃ العلوم علی گڈھ میں

جناب نواب صاحب! و اساتذہ کرام!
و شرفائے عالی مقام!

والطلاب النجباء.

شرفتموني بدعوتكم اياي الى الخطابة فيكم. فلم اريدًا من اجابة دعوتكم والشكر لكم، وقد اخترت ان يكون كلامي في التربية التي هي من علمكم وعملكم، وان كنت في ذلك كمن ينقل تمرا الى البصرة كما يقال في المثل. ولو شئت لتكلمت في موضوع ليس لكم فيه علم تفصيلي كحالة المسلمين في بلادنا. ولكن بحث التربية اهمّ، والحاجة اليه اشدُّ، فرأيت ان اعرض على مسامعكم شيئًا من رأيي فيه لانني اشتغل به علما وعملا كما تشتغلون، فان وافق رأيكم حمدت الله تعالى على اتفاقنا في هذا الشان العظيم على بُعد الدار، واختلاف اللسان، وان خالفه رجوت ان تنبهوني وتبينوا لي ما ترون انه الصواب.

وطلباے ذوی الافہام!

آپنے مجکو اس امر کی دعوت دیکر کہ میں آپکے سامنے اپنے خیالات ظاہر کروں، میری عزت افزائی فرمائی، پس میرے لیے سواے اسکے کوئی چارہ نہ تھا کہ میں نہایت شکرگزاری کے ساتھ آپ کی دعوت کو قبول کروں. میں پسند کرتا ہوں کہ تربیت کی نسبت کچھ عرض کروں جس میں علماً وعملاً آپ مصروف ہیں. اگرچہ اس صورت میں میری مثال اُس شخص کی سی ہوگی جو بصرہ میں کھجوروں کا تحفہ لیجاتا ہے. اگر میں چاہتا تو آپ کے سامنے ایسے موضوع پر تقریر کرسکتا تھا جس کے متعلق آپ کو تفصیلی علم نہیں ہے (مثلاً مصری مسلمانوں کی حالت) لیکن تربیت کی بحث زیادہ اہم اور اس کی ضرورت زیادہ شدید ہے. اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اسکے متعلق اپنی اجمالی راے آپ حضرات کے سامنے پیش کردوں کیونکہ میں بھی آپ کی طرح ایک عرصہ سے علماً وعملاً اس میں مصروف ہوں. پس اگر آپ کی راے میری راے کے مطابق ہوگی تو میں خداوند تعالی کا شکر کرونگا کہ اس مہتم بالشان مسئلہ میں باوجود بُعد مسافت اور اختلاف زبان کے ہم اور آپ متفق ہیں. اور اگر کچھ اختلاف ہوگا تو امید ہے کہ آپ مجکو متنبہ کرینگے اور جو آپکے نزدیک صحیح ہو اُسکو بیان فرمائینگے

فاستفيد من علم اخواني وتجاربهم
ما انا في اشد الحاجة اليه، و
الحقيقة بنت البحث كما يقولون،
تنقسم مباحث التربية
الى عدة اقسام باعتبارات
مختلفة، فمن ذلك انقسامها
بحسب الموضوع الى تربية الجسد
وتربية النفس وتربية العقل،
ومنه انقسامها بحسب الموضع
الى تربية المنزل وتربية المدارس
وانقسامها بحسب المربي الى
تربية الام والاب للولد وتربية
الاستاذين للتلاميذ، وتربية
المرء لنفسه، وانقسامها
بحسب المربَّى الى تربية الافراد
وتربية الامم. وهنالك اقسام
اخرى اصلية وفرعية كبحث
التربية الدينية ونسبة
المسلمين فيها الى غيرهم من
اهل الملل، وبحث تربية
استقلال الفكر والارادة وهو

اور اس صورت میں میں اپنے بھائیوں کے علم اور انکے
تجربہ سے مستفید ہونگا جسکی مجکو سخت ضرورت ہے۔ اور حقیقت
کا اظہار بحث سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ مثال میں کہا جاتا ہے
تربیت کا بحث مختلف اعتبارات سے بہت اقسام پر
منقسم ہوتا ہے۔ منجملہ انکے تربیت کی تقسیم باعتبار موضوع
کے تین قسموں پر کیجاتی ہے۔ تربیت جسمانی، تربیت نفسی
اور تربیت عقلی۔ اور باعتبار مقام تربیت کے اسکی تقسیم
دو قسموں پر ہوتی ہے۔ تربیت منزل، اور تربیت مدرسہ
اور باعتبار مربی کے اسکی تقسیم دو قسموں پر ہوتی ہے۔ تربیت
والدین اولاد کے لیے، اور تربیت اساتذہ شاگردوں
کے لیے، اور تربیت انسان کی اپنے نفس کے لیے
اور اس شخص کے اعتبار سے جس کی تربیت
کی جائے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں افراد کی
تربیت، اور قوموں کی تربیت۔ ان کے علاوہ
اور بھی بہت سی قسمیں ہیں جن میں بعض اصلی
اور بعض فرعی ہیں۔ مثلاً دینی تربیت کی بحث اور
مسلمانوں کا مقابلہ اس تربیت کے اعتبار سے
دیگر اہل مذاہب کے ساتھ۔ اور تربیت
استقلال فکر و استقلال ارادہ کی
بحث، جو عقلی اور نفسی تربیت کی فروعات
ہیں۔

من فروع تربية العقل وتربية النفس۔

اما وجه الحاجة الى التربية فلا أراني في حاجة الى الافاضة فيه لاجل الاقناع به فان هذا قد صار عند امثالكم من قبيل البديهيات التي لا نزاع فيها وانما اذكركم بعض ايٰت القراٰن الحكيم في ذلك للتذكير بهدايته العليا وموافقته لما يدل عليه العقل والتجارب، وتقتضيه طبيعة الاجتماع البشري۔

قال الله تعالیٰ "وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" ٥

يعنى ان الله تعالیٰ خلق كل فرد من افراد الانسان جاهلاً لا يعلم شيئاً مما يحتاج اليه لاقامة بناء حياته الشخصية والنوعية فكان في مبدأ خلقه واول نشأته

مگر اس امر کے ثبوت میں کہ تربیت کی ضرورت ہے مجھے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ یہ ایسی بات ہے جو آپ جیسے حضرات کے نزدیک بدیہیات میں داخل ہے جس میں بحث وگفتگو نہیں ہوسکتی۔ میں اس باب میں قرآن مجید کی بعض آیتیں پیش کرتا ہوں، اور آپ کی توجہ اس کی اعلیٰ درجہ کی ہدایت کی طرف، اور نیز اس امر کی طرف کہ وہ عقل اور تجربہ اور مقتضائے طبیعت اجتماع انسانی کے مطابق ہے، مبذول کرتا ہوں۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "اور اللہ ہی ہے جس نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اُس نے تم کو کان دیئے اور آنکھیں دیں اور دل دیئے تاکہ تم اُس کا شکر کرو"

یعنی خداوند تعالےٰ نے افراد انسان میں سے ہر ایک فرد جاہل پیدا کیا شخصی اور نوعی زندگی قائم رکھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ اُن سے بالکل ناواقف تھا اس لیے وہ اپنی ابتدائے خلقت میں تمام انواع حیوانات سے

دون سائر انواع الحیوان التی
یخلقها الله تعالیٰ عالمة بما تحتاجه
الیه بالفطرة، متوجهة الیه بالطبع
ولهذا قال تعالیٰ فی اٰیة اخریٰ:
"وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا"، فا
الانسان من هذه الجهة ضعف
من الحیوانات حتی ما کانت بنیتها
منها اضعف من بنیته ولکن الله
تعالیٰ اعطاه من المواهب القویٰ
ما ان استعمله فیما خلق لاجله
کان اقوی المخلوقات فی هذه
الارض یسخر الحیوانات القویة
لمنفعته، ویستخدم قوی الطبیعة
فی اعماله، وبهذا کان فی مجموعه
خلیفة لله فی ارضه، یظهر اسرار
خلقه وسننه الحکیمة فیها، و
قال تعالیٰ فی خلقه بهذه المزایا
"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ
تَقْوِیْمٍ"، وهو لا یرتقی فی معارج
الکمال بمزایاه الا بشکر الله
تعالیٰ علی نعمة الحواس والمشاعر

کم تھا، جو اپنی ضروریات زندگی کا فطری علم
لیکر پیدا ہوتی، اور بالطبع ان کی طرف متوجہ
ہوتے ہیں۔ اسی لحاظ سے خداوند تعالیٰ نے
دوسری آیت میں فرمایا کہ "انسان کمزور پیدا
کیا گیا ہے" کیونکہ انسان اس حیثیت سے تمام
حیوانات سے زیادہ ضعیف اور کمزور ہے حتی کہ
اُن حیوانات سے بھی جو جسم کے لحاظ سے
اُس سے کمزور ہیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے
اسکو ایسی قوتیں عطا فرمائی ہیں کہ اگر اُن کو انہیں
کاموں میں استعمال کیا جائے جنکے لیے وہ عطا
کی گئی ہیں تو یہ ضعیف انسان تمام روئے زمین کے
مخلوقات سے زیادہ قوی ثابت ہوگا، وہ زبردست
اور شہزور حیوانات کو اپنے فوائد کے لیے مسخر کریگا اور
طبعی قوتوں سے اپنے کاروبار میں مدد لیگا اور
اس طرح پر وہ زمین میں خدا کا خلیفہ ہوگا۔ اس کی
خلقت کے رموز و اسرار اور اسکی قدرت کے قوانین کو ظاہر کریگا
خداوند تعالیٰ نے اسکی خلقت کی نسبت اُن فضائل
کے اعتبار سے فرمایا ہے "پیدا کیا ہم نے انسان کو
بہتر صورت میں" انسان اپنے ان خلقی فضائل کے
ذریعہ سے، کمال کے اُن اعلیٰ مدارج تک نہیں پہنچ سکتا
جبتک کہ وہ خداوند تعالیٰ کا شکریہ اُسکی عظیم الشان
نعمتوں مثلاً حواس باطنی اور ظاہری اور

الظاهرة والعقول والوجدانات
الباطنة وعبر عنها بالافئدة
في الآية حسب استعمال العرب
وانما الشكر عليها هو استعمالها
فيما خلقت لاجله من تحصيل العلم
بالمنافع والمضار والمصالح و
المفاسد لاجل العمل بما تقتضيه
الفطرة من اجتناب المضرة و
المفسدة واختيار المنفعة و
المصلحة على بصيرة وعلم۔

العبرة في الآية ان الشكر
من اعمال الانسان الاختيارية
لا من مواهبه الفطرية، وقد
ارشدنا القرآن ودلنا العلم
والاختبار على ان الانسان
يستفيد من حواسه وعقله
بقدر تعاون افراده على ذلك
بالبحث والعمل واستفادة
المتأخرين مما وصل اليه
علم من قبلهم واختبارهم
حتى لا يضطر كل منهم الى

عقول اور وجدانات باطنی پر ادا نہ کرے۔ آیات
بالا میں وجدانات باطنی کو عرب کے استعمال کے مطابق
"افئدہ" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان نعمتوں کی
شکرگزاری یہ ہے کہ ان کو انہیں کاموں میں استعمال
کیا جائے جنکے لیے وہ عطا کی گئی ہیں جیسا کہ
منفعتوں اور مضرتوں اور مصالح اور مفاسد کا علم
حاصل کرنا تاکہ اقتضائے فطرت کے مطابق اس پر
عمل کیا جائے اور علم و بصیرت کے ساتھ
مضرتوں اور مفاسد کو چھوڑ کر منفعتوں اور
مصلحتوں کو اختیار کیا جائے۔

اس آیت میں موجب عبرت یہ امر ہے کہ
شکر انسان کے اختیاری افعال میں سے ہے
فطری نہیں ہے۔ قرآن مجید نے ہم کو رہنمائی کی ہے
اور نیز علم اور تجربہ نے یہ بات ثابت کر دی ہے
کہ نوع انسان کے افراد اس معاملہ میں جسقدر بحث
و عمل کے ذریعہ سے ایک دوسرے کی معاونت کرینگے
اور متاخرین متقدمین کے علوم اور تجارب سے مستفید ہونگے
(تاکہ ہر ایک نسل کو اپنی ضروریات کے متعلق از سر نو
علم اور تجربہ کی ضرورت پیش نہ آئے اور اسوجہ
سے ان میں کوئی فرد بھی ترقی کے اعلیٰ
مدارج پر نہ پہنچ سکے)

استئناف الاختبار لكل ما يحتاج
اليه من الضروريات، فلا يفرغ
حينئذ احد منهم الى الترقي في
معارج الكماليات، وجملة القول
في هذه المسئلة ان الله تعالى
وهب الانسان المشاعر والمدارك
الظاهرة كالسمع والبصر والباطنة
كالعقل والوجدان، وجعلها
الات له يرتقي بها الى ما هو
مستعد له من الكمال، ووكله
في ذلك الى نفسه، وناط سعادته
او شقاوته بعلمه وعمله، فكان
محتاجا بمقتضى فطرته الى ان يقوم
بعض افراده بتربية الاخرين
وتعليمهم حتى لا يطول عليهم
امد الجهل، والخطاء في العمل،
وانما يكمل ذلك بجعل التربية
والتعليم فنين ينفرد بهما متقنوها
كما انعم الله تعالى
على افراد الناس بالحواس والعقول
انعم على جملتهم بعلم اخر اعلى

اسی قدر انسان اپنی عقل اور حواس ظاہری
و باطنی سے مستفید ہو سکے گا۔ اس مسئلہ
کے متعلق خلاصہ کلام یہ ہی کہ خداوند تعالیٰ
نے انسان کو حواس ظاہری مثلاً سمع اور
بصر اور حواس باطنی مثلاً عقل اور وجدان
عطا فرمائے ہیں اور یہ اُس کے لیے
بطور آلات کے ہیں جن کی مدد سے وہ انسانی
کمال کے اُس درجہ پر ترقی کر سکتا ہی جس کی
فطری استعداد اُس میں موجود ہے اور یہ
ترقی اُس کے اختیار میں دی گئی ہی اور اسکی
سعادت اور شقاوت خود اسکے علم و عمل پر
منحصر رکھی گئی ہی۔ پس وہ باعتبار اپنی فطرت
کے اس امر کا محتاج ہی کہ اُس کے بعض افراد
دوسرے افراد کی تعلیم و تربیت کے لیے
کمر بستہ ہوں، تاکہ جہالت اور عملی غلطیوں
کی مدت طول نہ پکڑے، اور یہ اُسی وقت
ہو سکتا ہی جبکہ تعلیم اور تربیت دو مستقل فن
قرار دیئے جائیں اور بعض اشخاص انکی تکمیل کریں۔
جس طرح خداوند تعالیٰ نے انسانی افراد کو عقول
اور حواس عطا فرمائے ہیں، اسی طرح ان تمام کو
ایک دوسرے علم کی نعمت دی ہے

من العلوم التي يستفيدها كل فرد بكسبه وبحثه. وهو الوحي الذي ايد به رجالا منهم بافاضته عليهم من لدنه بغير كسب ولا بحث، فكان كالعقل للنوع. كما قال الاستاذ الامام. ولولاه لما ارتقى البشر الا في الزمن الطويل بالسير الناقص البطيء، "كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ"،

هذه اشارة الى ماتقتضيه فطرة البشر من الحاجة الى التربية والتعليم، نقرنه باشارة اخرى الى مكانة التربية والتعليم من دين الفطرة الذي ختم الله به الاديان وهو دين الاسلام، والتي في بيان هذا بقوله تعالى في سورة الجمعة "هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ"

جو ان تمام علوم سے ارفع اور اعلیٰ ہے جن کو ہر ایک فرد انسان اپنے ذاتی کسب اور تلاش وجستجو سے حاصل کرتا ہے۔ اور وہ وحی ہے جس سے خداوند تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی بغیر بحث اور کسب کے تائید فرمائی ہے پس وہ جیسا کہ اُستاذ الامام (شیخ محمد عبدہ) نے فرمایا ہے نوع انسان کے لیے بمنزلہ عقل کے ہے۔ اگر وحی الٰہی کی تائید نہ ہوتی تو نوع انسان نہایت ناقص اور سُست رفتار کے ساتھ عرصہ دراز میں ترقی کرتی۔ "تمام لوگ پہلے ایک جماعت تھے، پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر بشارت دینے والے اور ڈر سُنانے والے"۔

نوع انسان کے لیے بمقتضائے فطرت تعلیم و تربیت کی جو حاجت ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے اس اشارہ کو ہم اُس اشارہ کے ساتھ ملاتے ہیں جو تعلیم و تربیت کے درجہ عالی کی نسبت اس دین فطرت میں کیا گیا ہے جو تمام ادیان کا ختم کرنیوالا ہے اور جسکا نام اسلام ہے۔ میں اس معاملہ میں چند آیتوں کا اکتفا کرتا ہوں، خداوند تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا ہے "وہی ہے جس نے اُن پڑھ لوگوں میں ایک پیغمبر انہیں میں سے بھیجا وہ اُن پر اسکی آیتیں پڑھتا اور اُن کو پاک کرتا اور اُن کو کتاب و حکمۃ سکھاتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے"۔

وقوله تعالى في سورة البقرة-
"كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ" فقد بين الله تعالى انه ارسل رسوله ليكون مربيًا معلما، فان التزكية هي التربية الفضلى التي تكون بها نفس الانسان زكية كريمة متحلية بالفضائل، مطهرة من الرذائل، والكتاب مصدر بمعنى الكتابة اے يعلمهم ان يكونوا كاتبين لما يعلمونه ليحفظ وينتشر، وان يكونوا حكماء عارفين بالعلوم النافعة التي ترتقي بها افرادهم وجماعتهم، وليس وراء هذا التعليم وتلك التربية غاية، الا ما يترتب على الكمال فيهما من سعادة الدنيا والآخرة-

اور سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے" جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول بھیجا تم ہی میں کا جو پڑھتا ہے تم پر ہماری آیتیں اور تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بتاتا ہے تم کو وہ باتیں جو تم نہ جانتے تھے" ان آیتوں میں خداوند تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اُس نے رسول بھیجے تاکہ وہ لوگوں کی تعلیم و تربیت کریں، کیونکہ تزکیہ وہ اعلیٰ درجہ کی تربیت ہے جس سے انسان کا نفس پاک صاف فضائل سے آراستہ اور رذائل سے پاک ہو جائے، لفظ کتاب مصدر ہے جس کے معنی کتابت کے ہیں یعنی ان کو تعلیم دے کہ جو چیزیں وہ جانتے ہیں ان کو لکھنے کا ملکہ حاصل کریں تاکہ وہ محفوظ رہیں اور شائع ہوں - اور یہ کہ ان کو حکیم اور مفید علوم و فنون سے واقف ہونا چاہیے جن سے انسانی افراد اور قوموں کی ترقی ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر تربیت کا کوئی درجہ نہیں ہوسکتا سوائے اس دنیوی اور دینی سعادت کے جو اس کمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔

تربية الامم و رسالة خاتم النبيين

انتقل من هذه المسألة الى كلمة اقولها في تربية الامم وهي من اقسام التربية التي نبهتها في بدأ الكلام فاقول: المراد بتربية الامم احداث انقلاب عام فيها ونقلها من طور الى طور اعلى منه، وارقى في الحياة المادية والمعنوية، وهذا العمل هو اشق الاعمال البشرية وارقاها، وهو يتوقف على علم صحيح واسع يقل في الناس من يتقنه وعلى بصيرة نافذة يندر في البشر من يؤتيها، وعلى اعوان كثيرين من اهل هذه البصيرة والعلم يعملون بالتعاون والاخلاص، وما كل عليم بصير يتقن العمل بعلمه ويفلح فيه، وان كان عمله دون

قوموں کی تربیت اور حضرت خاتم النبیین کی رسالت

اس مسئلہ کے بعد میں چند الفاظ قوموں کی تربیت کی نسبت کہنا چاہتا ہوں۔ اور یہ تربیت کی ایک قسم ہے جسکو میں آغاز کلام میں بیان کر چکا ہوں، قوموں کی تربیت سے مراد، ان میں ایک ایسا عام انقلاب پیدا کرنا اور انکو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنا ہے جو مادی اور روحانی زندگی کے لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ ہو۔ اور یہ انسانی اعمال میں سب سے اعلیٰ و ارفع اور دشوار ترین عمل ہے۔ اور یہ ایک وسیع اور صحیح علم پر موقوف ہے جسکے ماہرین بہت کم ہوتے ہیں اور ایسی تیز بصیرت پر منحصر ہے جو قدرت کی طرف سے بہت کم لوگوں کو دیجاتی ہے۔ اور نیز اسکے لیے ایسے بیشمار اعوان و انصار کی ضرورت ہے جو اہل علم و صاحبان بصیرت ہوں اور جو باہمی معاونت اور اخلاص کے ساتھ کام کریں۔ ہر ایک ذی علم صاحب بصیرت نہیں ہوتا جو اپنے علم کے مطابق ماہرانہ طور پر عمل کر سکے اور اس میں کامیاب ہو سکے۔ اگرچہ اُس کا کام قوموں کی اصلاح

اصلاح احوال الامم، وتغييرها
الاجتماعية، وانما تتغير
اطوار الامم عادة بالتدرج
البطئ في الزمن الطويل.

ان علوم الاجتماع البشري
والاخلاق وطبائع الامم والسياسة
والتربية وغيرها من العلوم
التي يحتاج الى معرفتها رجال
الاصلاح الذين يربون الامم
قد صارت مدونة تدرس في
معاهد العلم وهي مقتبسة من
كتب الاديان ومن التواريخ و
التجارب، والمتقنون لها في الشعوب
المرتقية كثيرون في انفسهم وان
كانوا اقل من المتقنين لغيرها،
ولكن لا يوجد فيهم من يقدر
على احداث انقلاب سريع او
تغيير في احوال امة من الامم
البدوية او الامم الحضرية،
وانما يحاولون مثل هذا التغيير
بانشاء المدارس لكثيرة وتعميم

اور تمدنی حالات کے تبدیل کرنے سے
کم درجہ کا ہو۔ قوموں کی حالتوں میں تغیر تدریج
اور آہستگی کے ساتھ زمانہ ہائے دراز میں
ہوتا ہے۔

علوم تمدن واخلاق وعلم طبائع امم اور
علم سیاست وتربیت اور دیگر علوم
جن کا جاننا اُن مصلحین کے لیے ضروری ہے
جو قوموں کی تربیت کرتے ہیں وہ مدوّن
ہو چکے ہیں جن کی تدریس کا سلسلہ اعلےٰ
تعلیم گاہوں میں جاری ہے۔ یہ علوم
کتب مذاہب و تواریخ اور تجارب سے
ماخوذ ہیں۔ اور ان کے ماہر ترقی یافتہ
قوموں میں بکثرت ہیں۔ اگرچہ بہ نسبت
دیگر علوم کے ماہرین کی اُن کی تعداد کم ہے
لیکن اُن میں سے کوئی شخص بھی اس بات
کی قدرت نہیں رکھتا کہ وہ کوئی سریع
انقلاب یا کسی وحشی اور بدوی قوم
کی حالت میں بھی کوئی فوری تغیر
پیدا کرسکے۔ ایسا تغیر بے شمار
مدارس قائم کرنے اور تعلیم و
تربیت کو عام کرنے سے متعدد

التربية والتعليم، وتعاقب القائمين بذلك عدة اجيال.
اذ اتصفحنا تاريخ البشر رأينا ان ابدع مثال واغرب صورة من مثل تربية الامم وصورها هو ما كان برسالة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم امي نشأ (بين) من لم يقرأ كتابًا، ولم يمسك بيده قلمًا بل لم يكن يوجد في بلده الذي نشأ فيه كتاب يقرأ (بالمعنى الذي نفهمه الآن من كلمة "كتاب"، وهو مجموعة صحف كتب فيها كثير من المسائل) وقال بعض المؤرخين انه لم يكن يوجد في مكة قبل بعثته احد يعرف الخط الا ستة رجال ما تعلموه في مدرسة ولا قرءوا به علمًا، وانما الجأتهم الضرورة الى ذلك بالاتجار، ومخالطة بعض الشعوب في الاسفار، نبي هذا

نسلوں کے بعد پیدا کیا جاتا ہے۔
اگر ہم تاریخ انسان کی ورق گردانی کریں تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ قوموں کی تربیت کی سب سے زیادہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز مثال وہ ہے کہ جو ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دنیا میں ظاہر ہوئی۔ ایک اُمی شخص جس نے ایسے لوگوں میں نشو و نما پائی جنھوں نے نہ کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ کبھی قلم چھوا تھا۔ بلکہ جس شہر میں اُس نے نشو و نما پائی تھی اُس میں کوئی کتاب بھی (اپنے اصلی معنوں میں جو لفظ کتاب سے اسوقت سمجھی جاتی ہیں یعنی اوراق کا مجموعہ جس میں بہت سے مسائل لکھے ہوئے ہوں) نہیں پائی جاتی تھی۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آپ کی بعثت سے پہلے سوائے چھ شخصوں کے ایک بھی ایسا موجود نہ تھا جو لکھنا جانتا ہو۔ جنھوں نے نہ کسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور نہ اس کے ذریعہ سے کوئی علم سیکھا تھا۔

شأنه وشأن قومه في الأمية والبُعد عن اسباب العلم و الحضارة، نهض تربيتهم و هو في سن الكهولة، فتم التغيير والتبديل قبل انقراض الجيل، بهداية هذا القرآن الحكيم وتربية هذا النبي الأمي العظيم، ثم حمل هذه الهداية الذين تربوا بها في الكبر، الى اهل الحضارة والبداوة من شعوب البشر، فما دخلوا قطرا من الأقطار محاربين او مسالمين الا وجذبوا اهله الى دينهم و لغتهم من غير مدارس تنشأ، ولا كتب تقرأ، ولا مجالس للجدال تعقد، ولا اموال ولا منافع تبذل، ولا سيف للاكراه على الدين يستل، وانما كانت سيرتهم الطاهرة، وادابهم العالية، هي التي تجذب الامم اليهم، وتقسرها على الاقتداء بهم، و

صرف تجارتی ضرورتوں اور غیر قوموں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے انھوں نے لکھنے کا فن حاصل کیا تھا۔ وہ پیغمبر جس کی اور جس کی قوم کی بلحاظ اُمّی ہونے کے یہ حالت تھی اور جنکو وسائل علم اور شایستگی سے اس قدر بُعد تھا اپنے کہولت کے زمانے میں ان کی تربیت کے کھڑا ہوا اور اس عظیم الشان پیغمبر کی تربیت اور اس قرآن حکیم کی ہدایت کے ذریعے ایک نسل کے ختم ہونے سے پیشتر تغیر اور تبدل کی پوری طرح پر تکمیل ہو گی۔ اسکے بعد جن لوگوں نے تربیت پائی تھی اس ہدایت کو لیکر دنیا کی شایستہ اور غیر شایستہ قوموں کی طرف بڑھے اور جس ملک میں وہ جنگ یا صلح کے ذریعہ سے داخل ہوئے اسکے باشندوں کو اپنے مذہب اور اپنی زبان کی طرف کھینچ لیا۔ نہ کوئی مدارس قائم کیے گئے اور نہ کتابیں پڑھائی گئیں اور نہ مباحثے اور مناظرے کے جلسے منعقد ہوئے اور نہ روپیہ کا لالچ دیا گیا اور نہ کسی کی گردن جبر کی تلوار کے نیچے کھینچی گئی۔ صرف ان کی پاک سیرت اور اعلیٰ اخلاق و آداب تھے جو قوموں کو انکی طرف کھینچتے اور انکی طبیعتوں کو ان کی پیروی پر اور انکی عقلوں کو

تقود عقولها الى الدخول في زمرتهم، وقد شهد لهم ولمن تبعهم ممن بعدهم علماء الافرنج المنصفون ومؤرخوهم المحققون قال الحكيم الفرنساغوستاف لوبون صاحب كتاب حضارة العرب ماعرف التاريخ فاتحًا ارحم ولا اعدل من العرب. وقد بينت كيفية نشأة الاسلام وانتشاره في خطبتي الختامية لاحتفال ندوة العلماء.

أُريد بذكر هذا المثال الخارق للعادة من تربية الامم ان اذكركم اٰية علی نبوة نبينا صلی الله عليه وسلم تفوق جميع ما أوتي النبيّون من الاٰيٰت التي لاجلها اٰمن بهم الناس فانها اٰية علمية عملية تدل علی التائيد الالٰهي دلالة عقلية حسية، واما نحو قلب العصا حية وابراء الاعمیٰ والابرص فليست

ان کی جماعت میں داخل ہونے پر مجبور کرتے تھے یورپ کے انصاف پسند عالموں اور محقق مورخوں نے ان کی اور جانشینوں کی خوبیوں کی شہادت دی ہے۔ فرانس کے مشہور حکیم گستاولیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھا ہے کہ ”دنیا کی تاریخ میں عرب سے عادل اور رحیم نہیں پایا جاتا“ اسلام کی ابتدائی نشوونما اور اس کی اشاعت کی کیفیت میں ندوۃ العلما کے اختتامی خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔

قوموں کی تربیت کی اس خارق عادت مثال کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تائید میں ایک ایسا معجزہ آپ کو یاد دلاؤں جو گزشتہ پیغمبروں کے ان تمام معجزات سے فائق اور برتر ہیں جن کو دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائے تھے۔ کیونکہ وہ ایک علمی اور عملی معجزہ ہے جو تائید الٰہی پر حسی اور عقلی دلالت کرتا ہے۔ لیکن لاٹھی کو سانپ بنا دینا یا اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دینا ایسے معجزات ہیں

دلالته على النبوة من هذا القبيل
وقد امن بسببها من أمن من
الناس لانهم اعتادوا ان يخضعوا
لمن يظهر على يديه امر يعلو
قدرتهم لاعتقادهم ان ذلك
لا يكون الا من القدرة الالهية
والسلطة الغيبية، وكانوا بذلك
يقبلون هداية الانبياء عليهم
السلام فيحصل المقصود من
بعثتهم. وقد ضرب ابو حامد
الغزالي في كتابه القسطاس المستقيم
مثلا للفرق بين الاية العلمية
التي هي العمدة والاصل في الدلالة
على نبوة نبينا (ص) والايات الكونية
التي كان يحتج بها الانبياء السابقون
عليهم السلام فقال اذا ادعى رجل
انه طبيب ودعا المرضى الى قبول
معالجته واستعمال ادويته و
استدل على صدقه في دعواه
بقلب العصا حية لا يكون دليله
كدليل من يدعي مثل دعواه و

جن کی دلالت نبوت پر اس قسم کی نہیں ہے۔
ان معجزات پر لوگ اسوجہ سے ایمان لائے
کہ وہ ایسے شخص کے فرماں بردار ہونے
جانے کے عادی تھے جس سے ایسے امور
سرزد ہوں جو ان کی قدرت سے بالاتر ہوں
کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ ایسی باتیں سوائے
خداوندی قدرت اور غیبی طاقت کے نہیں
ہوسکتیں۔ اور اس ذریعہ سے وہ انبیا علیہم السلام
کی دعوت قبول کرتے تھے اور ان کی بعثت
سے جو مقصود تھا وہ پورا ہوجاتا تھا۔ امام غزالی
اپنی کتاب قسطاس المستقیم میں اس علمی معجزہ کے
جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر
دلالت کرنے میں اصل اصول ہے اور ان کونی معجزات
کے درمیان جنسے انبیاء سابقین علیہم السلام اپنی
نبوت پر استدلال کرتے تھے فرق بیان کرنیکے لیے
ایک عمدہ مثال لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی
شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ طبیب ہے اور مریضوں
کو اپنا معالجہ قبول کرنے اور دوائیں استعمال کرنیکے لیے
بلائے اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں لاٹھی کو
سانپ بنا کر دکھلائے تو اسکی یہ دلیل اس مدعی طبابت
کی دلیل کے ہم وزن نہیں ہو سکتی جو

يدعوا الى مثل دعوته مستدلا على صدقه بكتاب ألفه في علم الطب ثم بمعالجته طائفة من المرضى بما في ذلك الكتاب من بيان طرق العلاج والادوية وشفائهم بذلك في أقرب وقت واسرعه۔

نشأ نبيّنا صلى الله عليه وسلم أمّيًا بين قوم أميين ولم يُعنَ في صباه وعهد شبابه بما كان يُعنى به فصحاء قومه و اذكياؤهم من الشعر والخطابة والمباراة في المفاخرة والمماتنة ثم قام في سن الكهولة يدعو قومه وسائر الامم الى اصلاح ما فسد من عقائدهم واخلاقهم واحكامهم وسياستهم واحوالهم الشخصية والاجتماعية، و قال ان الله اوحى اليه من العلم ما يكفل ذلك ووعده ان يؤيده فيه فهو يربي قومه العرب و

جو اپنی طبی حذاقت کے ثبوت میں اپنی ایک ایسی تصنیف پیش کرتا ہے جس کے طریق علاج اور نسخوں سے مریضوں کی ایک جماعت کو بہت جلد شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُمّی تھے اُمیّوں کی قوم میں نشو و نما پائی۔ آپ نے اپنے لڑکپن اور شباب کے زمانے میں اپنی قوم کے فصیح اور ذہین لوگوں کی طرح کسی وقت بھی شعر اور خطابت کی طرف توجہ نہیں فرمائی اس کے بعد کہولت کے زمانے میں اپنی قوم اور نیز تمام دنیا کی قوموں کو انکے عقائد و اخلاق اور احکام و سیاسات اور شخصی اور قومی حالات کی جو بالکل فاسد ہو رہے تھے اصلاح کرنیکے لیے کمربستہ ہوئے اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ خدا نے مجھ پر ایسے علم کی وحی بھیجی ہے جو اس اصلاح کا کفیل ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری تائید کرے گا۔ اور میں اپنی قوم کی اصلاح کروں گا۔

يزكيهم بالقرآن ويعلمهم الكتاب
والحكمة وهم ينشرون دعوته
ويبثون حكمته في الامم فيفتح
الله لهم المشرق والمغرب،
وينقل الله بهم الامم والشعوب
من حال الى حال اعلى وارقى،
من الوثنية والعبودية والذلة
والظلم وفساد الاخلاق والآداب
والجهل الى التوحيد والعدل و
الحرية والآداب والفضائل والعلم
وثمراته، وقد كان ذلك فهل
يعقل ان هذا مما يقدر عليه
امّي مثله بعلمه الكسبي و
استعداده الشخصي؟ كيف و
نحن نرى الدولة القوية بالعلم
والنظام والسلاح تستولي على
قطر من الاقطار او شعب من
الشعوب بالقوة القاهرة ثم تقبض
بكلتا يديها على جميع اسباب
حياته الحسية والمعنوية ومصالحه
الجسدية والروحية وتحاول ان

اور قرآن مجید کے ذریعہ سے اُن کو پاک کر دونگا اور انکو
کتاب اور حکمت کی تعلیم دونگا اور وہ میری دعوت اور
حکمۃ کو دنیا کی قوموں میں شائع کرینگے اور خداوند
تعالیٰ ان کے لیے مشرق اور مغرب کے دروازے
کھولدیگا اور اُن کے ذریعہ سے دنیا کی قوموں
اور گروہوں کو پست حالت سے نکالکر اعلیٰ اور
ترقی یافتہ حالت پر پہونچائیگا۔ بت پرستی اور
غلامی اور ذلت اور ظلم اور فساد اخلاق وآداب
اور جہالت سے نکالکر توحید اور عدالت وحریت اور
اخلاق وفضائل اور علم اور اسکے نتائج کیطرف پہنچائیگا
اور یہ تمام باتیں من وعن پوری ہوئیں۔ پس کیا عقل
سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ ایسا عظیم الشان
کام ایک محض امی شخص اپنے کسبی علم اور شخصی استعداد
کے ذریعہ سے کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم دیکھتے
ہیں کہ ایک زبردست سلطنت جو علم اور انتظام
اور اسلحہ کی قوت سے مالا مال ہے جب
کسی ملک یا کسی قوم پر مسلط ہوتی ہے،
تو اس کی حسی اور معنوی زندگی کے اسباب
اور جسمانی و روحانی مصالح پر
اپنے دونوں ہاتھوں سے قبضہ
کر لیتی ہے اور اس کو جدید طریقہ

تربيه تربية جديدة، مهتدية
في ذلك بالسنن التي هدتها اليها
علوم الاجتماع والسياسة،
فتمنعه من قراءة ما ينافي غرضها
من الكتب والصحف، وتنشئ
له المدارس في كل بلد من قبلها،
وتبث في كل منها دعاة دينها،
فيعلمون الصغار في هذه المدارس
لغتها ودينها وتاريخها وكل ما يشغل
النفس والعقل بها، ويحولون
المتعلمين عن دينهم ومقومات
امتهم ومشخصاتها الى انتحال ما
تحاول الدولة الفاتحة ان تحدثه
لهم من المقومات والمشخصات
ثم نراها لا تكتفي بتكوين الصغار
تكوينًا جديدًا بل تحدث في نفوس
الكبار كل ما يستطاع من الاحداث
التي تزعزع كل ما كانوا عليه من
مقومات امتهم ومشخصاتها
كتغيير العادات والازياء ونشر
الجرائد التي تشغل الاذهان

کے مطابق تربیت کرنا چاہتی ہے۔ اس معاملہ
میں اُن تمام اُصُول وقوانین سے مدد لیتی ہے
جن کی طرف علوم تمدن وسیاست نے رہنمائی کی
ہے۔ وہ ان کو ایسی تمام کتابوں اور اخباروں
کے پڑھنے سے روک دیتی ہے جو اُس کے
اغراض کے منافی ہوتے ہیں۔ اور شہر شہر
میں اپنی طرف سے مدارس قائم کرتی ہے۔
تمام ملک میں اپنے مذہب کے داعی پھیلا دیتی ہے
وہ بچوں کو اپنی زبان اور مذہب اور تاریخ اور ہر
ایک ایسی چیز کی تعلیم دیتے ہیں جو ان کو انکے
مذہب اور ان کی قومی خصوصیات اور
امتیازات سے جدا کرکے فاتح سلطنت کے
مذہب اور اُس قومی خصوصیات کے
اختیار کرنے پر مائل کرے۔ ہم یہ بھی
دیکھتے ہیں کہ وہ صرف بچوں کی جدید
تربیت پر اکتفا نہیں کرتیں بلکہ جہاں تک
ممکن ہوتا ہے بڑے آدمیوں کے دلوں میں
بھی ایسے خیالات پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں جو
اُنکے قومی خصوصیات میں تزلزل پیدا کردیتے ہیں
مثلاً عادات اور لباس کی تبدیلی اور ایسے اخبارات
کی اشاعت جو لوگوں کے خیالات میں

والافكار بعظمة تلك الدولة و
امتهاد ادابها وسياستها،
يتولى كل هذه الاعمال رجال
استعدوا لها، وحذقوا علومها
فى المدارس العالية، ثم تمر
الاجيال ولا تستطيع دولة
من هذه الدول الفاتحة
بالعلم والقوة ان تحول امة
عن دينها ولغتها كالتحويل
الذي احدثه الاسلام فى جيل
واحد بتحويل عدة امم عن دينها
ولغاتها وعاداتها بدون استعانة
على ذلك بالمدارس والجرائد ولا
بغير ذلك من الاسباب الصناعية
التي هدت اليها العلوم الاجتماعية
اليس هذا برهان علمي قطعي على ان
نبينا (ص) كان مؤيدا من الله تعالى
فيه وانه من خوارق العادات؟ بلى انه
اعظم الخوارق واقواها، واظهر المعجزات
واسماها، وحسبنا منه الاشارة
اليه، والتذكير به،

اُس قوم اور سلطنت کی ہیبت اور اُس کے آداب
اور اسکی سیاست کی عظمت مستحکم کر دیتے ہیں۔ ان
تمام اعمال کی باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے
جو اسکی کافی استعداد رکھتے ہیں اور جو ان علوم میں
اعلیٰ تعلیم گاہوں سے ڈگریاں حاصل کر کے نکلتے ہیں
مگر باوجود ان تمام وسائل کے نسلیں گزر جاتی ہیں
اور کوئی سلطنت ان فاتح سلطنتوں میں سے اپنی قوت
اور علم کے زور سے کسی قوم کے مذہب اور اُس کی
زبان میں ایسا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جیسا کہ
اسلام نے ایک نسل کے اندر متعدد قوموں کے
مذہب ان کی زبان، اُنکے اخلاق و عادات میں
پیدا کر دیا تھا۔ حالانکہ نہ مدارس اور اخبارات سے
مدد لی گئی اور نہ دیگر صناعی اسباب سے جنکی طرف
علوم تمدن نے رہنمائی کی ہے۔ کیا یہ اس بات کی
علمی اور قطعی دلیل نہیں ہے کہ ہمارے پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم موید من اللہ تھے؟ اور یہ امر
خارق عادت ہے؟ بلاشبہ یہ نہایت قوی
اور بہت عظیم الشان خارق عادت اور بالکل
بدیہی معجزہ ہے۔ اور اس کی طرف
صرف اس قدر اشارہ اور یاد دہانی
کافی ہے۔

تربية البيوت والامهات

انتقل من هذا الى كلمة وجيزة في تربية البيوت تعلمون ايها الفضلاء ان تربية البيوت هي الاساس الذي يبني عليه ما بعده، وان الامهات هن اللواتي يقمن بها، وماذا نفعل في امر هذه التربية و نساؤنا قد استحوذ عليهن الجهل بكل ما تتوقف عليه التربية من العلوم والآداب الدينية والدنيوية بعد ان كن يضربن مع الرجال في القرون الاسلامية الاولى والوسطى بكل سهم، و ينلن حظهن في كل علم، لان الاسلام فرض العلم على الرجال والنساء جميعًا، ولم يجعل بين الفريقين فرقًا في التكاليف الا ما هو خاص

خانگی تربیت اور مائیں

اس بیان کے بعد میں خانگی تربیت کی نسبت چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرات! آپ کو معلوم ہوگا کہ خانگی تربیت ہی ان تمام چیزوں کے لیے جو اس کے بعد آنے والی ہیں اصلی بنیاد ہے۔ اور صرف مائیں ہی اس کام کو انجام دینے والی ہیں۔ اس تربیت کے معاملہ میں ہم کیا خاک کر سکتے ہیں جبکہ ہماری عورتیں ان تمام دینی اور دنیوی علوم وفنون اور اخلاق و آداب سے محض جاہل اور قطعی ناواقف ہیں جن پر اس تربیت کا دارومدار ہے۔ حالانکہ اسلام کے قرون اولیٰ اور قرون متوسطہ میں مردوں کے دوش بدوش وہ تمام علوم میں حصہ لیتی تھیں۔ کیونکہ اسلام نے علم کا حاصل کرنا عورتوں اور مردوں کے لیے یکساں طور پر فرض کیا ہے۔ اور شرعی تکالیف میں ان دونوں گروہوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ سوائے اُن احکام کے جو حسب اقتضائے فطرت یا اصول تمدن کسی خاص فریق کے لیے مخصوص ہیں۔

بكل منها بمقتضى الفطرة او
طبيعة الاجتماع (كاحكام الحمل
والولادة الخاصة بالنساء وفنون
القتال الخاصة بالرجال)
لا يمكننا ان نقيم التربية
القويمة على اساسها الا اذا ربينا
النساء وعلمناهن ما يتوقف عليه
قيامهن بتربية اولادهن، وقد
اضطرب المسلمون في هذه
المسألة فبعضهم يدعوا الى تقليد
الافرنج في تعليم نسائهم وتربيتهن
وهم يظنون اننا اذا ربينا نسائنا
على نمط تربية نسائهم، وعلمناهن
لغاتهم، نكون في دنيانا مثلهم
في دنياهم، وهذا جهل بعلم
الاجتماع وطبائع الامم عظيم
وخطأ في علم التربية والاخلاق
كبير، والصواب اننا نهدم بهذا
التقليد مقوماتنا ومشخصاتنا
الملية والقومية، ولا نستطيع ان
نبني به مثل مقوماتهم الاجتماعية

(مثلاً حمل اور ولادت کے احکام عورتوں کیلیے
اور فنون قتال مردوں کے لیے خاص ہیں)
ہم حقیقی تربیت کو اسکی اصلی بنیاد پر قائم نہیں
کر سکتے جبتک کہ ہم اپنی عورتوں کو تربیت
نہ کریں اور انکو ان تمام دینی اور دنیوی علوم اور
اخلاق و آداب کی تعلیم نہ دیں جن پر تربیت اولاد کا
انحصار ہے۔ مسلمانوں میں اس مسئلہ کے متعلق
عجیب کشمکش ہو رہی ہے۔ بعض لوگ اپنی عورتوں کی
تعلیم و تربیت میں اہل یورپ کی تقلید کی دعوت
دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ہم اپنی عورتوں
کو یورپین عورتوں کی طرح تربیت کرینگے اور
ان کو یورپین زبانوں کی تعلیم دینگے تو ہماری
دنیوی عزت اور ثروت مثل اہل یورپ کے ہو جائیگی
اور یہ سخت جہالت ہے علم تمدن و طبائع
اقوام سے اور بڑی غلطی ہے علم تربیت
اور اخلاق میں۔ صحیح یہ ہے کہ اس
تقلید سے ہم اپنی قومی اور ملی مقومات
اور مشخصات کی عمارت کو منہدم کر رہے
ہیں۔ اور یہ ہمارے لیے ناممکن ہے کہ
اس کے عوض مثل اہل یورپ کے
تمدنی مقومات کی عمارت قائم کر سکیں

فعلينا ان نربي بناتنا على آداب ديننا وفضائله واحكامه، وان نعلمهن لغة ديننا ولغة وطننا، وتاريخ امتنا وديننا، وعلم التربية وتدبير المنزل والحساب و قانون الصحة وشيئاً اجمالياً من شؤن العالم واحوال العمران يعرفن به حاجات العصر الذي يعشن فيه ويدخل في هذا علم خرت الارض وتقويم البلدان (الجغرافية) والتاريخ العام۔

هذا هو الذي لابد منه لكل امرأة، وقد يحتاج الى تعليم بعضهن العلوم العالية التي لابد منها كالطب والجراحة ولاسيما القسم النسائي منه المتعلق بالحمل والولادة، وكفن التعليم فان اللائق بآداب الاسلام ان تكون المرأة هي التي تعلم البنات وتطبب النساء، وكما نحتاج الى الطبيبات والمعلمات منا

پس ہم کو لازم ہے کہ ہم اپنی لڑکیوں کو اپنے مذہب کے آداب اور اُس کے فضائل اور احکام کے مطابق تربیت کریں اور ان کو اپنے مذہبی اور قومی اور ملکی زبانوں، اور اپنے مذہب اور قوم کی تاریخ، اور علم تربیت، و تدبیر منزل حساب اور حفظانِ صحت، اور کسی قدر دنیا کے حالات کی جس سے اُن کو اپنے زمانہ کی ضرورتیں معلوم ہو جائیں تعلیم دیں۔ اسی میں نقشہ اور جغرافیہ اور تاریخ عام بھی داخل ہے۔

اس نصاب کی تعلیم کی ہر ایک عورت کے لیے لازمی ہونی چاہیے۔ بعض خاص حالتوں میں اعلیٰ علوم کی بھی جن کی سخت ضرورت ہوتی ہے تعلیم دی جائیگی۔ مثلاً فن تعلیم اور طب اور جراحی خاصکر ان فنون کا زنانہ حصہ جو حمل اور ولادت سے متعلق ہے۔ کیونکہ اسلامی آداب کے شایاں یہی امر ہے کہ عورتوں کا معالجہ کرنے والی اور لڑکیوں کو تعلیم دینے والی عورتیں ہی ہونی چاہییں۔ جس طرح ہم کو زنانہ طبیبوں اور معلموں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہم کو گھروں میں

نحتاج الى المربيات في البيوت فان امراءنا وكبراءنا ومقلديهم من سائر طبقات الاغنياء لجؤا الى المربيات الاوربيات يلقون اليهن بافلاذ اكبادهن من الذكور والاناث فيربينهم على اداب واخلاق غير اداب ملتهم واخلاقها ويعلمنهم لغات غير لغات امتهم ودينهم، ولا خير لهم في هذا ولا لأمتهم، لانهم يتشكلون بشكل لا يتفق مع شكلها فتنفصل منهم وينفصلون منها، فان للنفوس في افكارها وعقائدها واخلاقها ورغباتها اشكالا كالاشكال الهندسية فاذا كنا لا نستطيع ان نقيم بناءً رصينًا محكما منتظمًا من حجارة بعضها مثلث وبعضها مربع وبعضها كروي فكذلك لا نستطيع ان نكون امة عزيزة راقية من افراد تختلف اشكال نفوسهم العقلية

بچوں کی تربیت کرنے والیوں کی ضرورت ہے کیونکہ ہماری قوم کے امراء، اور بڑے آدمی اور انکی تقلید کرنے والے مختلف طبقوں کے دولتمند یورپین نرسوں کی خدمات حاصل کرتے ہیں اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کو خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں انکے سپرد کردیتے ہیں۔ وہ ان کو ایسے اخلاق وآداب پر تربیت کرتی ہیں جو ہمارے قومی اخلاق وآداب سے بالکل مختلف ہوتے ہیں اور ہماری قومی اور مذہبی زبانوں کے علاوہ اجنبی زبانیں ان کو سکھاتی ہیں اس تربیت سے انکے لیے اور نیز قوم کے لیے کوئی بہتری کی امید نہیں کیجا سکتی کیونکہ وہ ایسے قالب میں ڈھالے جاتے ہیں کہ ان کی شکل قوم کی شکل کے ساتھ متفق نہیں ہوسکتی اسلیے وہ قوم سے جدا ہوجاتے اور قوم انسے جدا ہوجاتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسانی نفوس کی باعتبار انکے خیالات عقائد اخلاق اور رغبات کے خاص خاص شکلیں ہوتی ہیں۔ پس جس طرح ہم ایسے پتھروں سے جن میں بعض مربع اور بعض مثلث اور بعض کروی ہوں ایک مستحکم عمارت نہیں بنا سکتے اسی طرح ایسے افراد سے جن کے نفوس کی عقلی اور نفسانی شکلیں مختلف

والنفسية وما يترتب عليه من اختلاف اعمالهم وعاداتهم نعم ان هؤلاء الذين تربيهم النساء الافرنجيات قد يكونون ارقى فى الآداب الاجتماعية العامة والنظافة من امثالهم الغفل المهملين الذين يوكلون الى ما يقتبسونه من العشائر والمعاشرين وفضل السيف على العصا لا يعد فضلا كبيرا، وانما نطلب تربية نكون بها امة حية عزيزة متحدة كغيرنا من امم الحضارة، ولن ندرك هذا بمثل هذا التفرنج التقليدى فى كبرائنا، بل هذا اقوى ما يحول بيننا وبين ما نريد۔

تربية المدارس

يجب ان تكون عنايتنا بتربية المدارس اشد من عناية غيرنا لانا قد تعذرت علينا التربية الاساسية

ہوں، اور اسلیئے انکے عادات اور اعمال میں بھی اختلاف ہو ایک زبردست اور ترقی یافتہ قوم نہیں بنا سکتے۔ بلاشبہ بعض حالتوں میں فرنگیوں کے تربیت یافتہ موجودہ زمانہ کے تمدنی آداب اور صفائی اور پاکیزگی میں ان لوگوں سے فائق ہوتے ہیں جنکی تربیت خود رُو ہوتی ہے اور جو اپنے خاندان اور معاشرین سے کچھ باتیں سیکھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی تلوار کو لاٹھی پر کچھ فضیلت ہے تو اسکو بہت بڑی فضیلت نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہم ایسی تربیت چاہتے ہیں جس سے ایک زندہ اور زبردست اور متحد قوم مثل دیگر شائستہ قوموں کے بن سکیں۔ اور یہ مقصد اُس یورپین تقلید سے جو ہمارے امراء و رؤسا نے اختیار کی ہے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ امر حصول مقصد میں ایک سخت مانع اور حاجز ہوگا

مدارس کی تربیت

ہم کو بہ نسبت دیگر قوموں کے مدارس کی تربیت کی طرف زیادہ اعتنا کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہماری عورتوں کی جہالت کے باعث ہمارے لیے ابتدائی اور خانگی تربیت میں سخت مشکلات حائل ہیں۔ ہم کو

الاولى بجهل نسائنا تربي تلاميذ سرى الفساد الى اخلاقهم، والخرافات الى عقولهم، ولكننا لم نقم بهذا الواجب ولم تعن مدارسنا بالتربيه النفسية ولا بالتربية العقلية التي هي وظيفتها الاولى،

لا اعني بالتربية العقلية تعليم العلوم التي يرتقي بها العقل فان التعليم وان كان يدخل في مفهوم التربية العام الذي هو يشمل تربية الجسم والنفس والعقل- قد خص بهذا الاسم دون سائر انواع التربية وصارت المقابلة بين العام والخاص. وانما اعني بالتربية العقلية ان يتوخى في اسلوب التعليم استقلال عقول الطلاب في الفهم والحكم في المسائل، وتحرير الحقائق، وان لا يصوروا اخذ المسائل العلمية بالتسليم

ایسے بچوں کی تربیت کرنی چاہیے جنکے اخلاق میں فساد اور عقلوں میں اوہام وخرافات سرایت کر جاتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے اس فرض کو ادا نہیں کرتے اور نہ ہمارے مدارس نفسانی اور عقلی تربیت کی طرف جو اُن کا ضروری فرض ہے توجہ کرتے ہیں۔

عقلی تربیت سے میری مراد علوم کی تعلیم نہیں جنکی مدد سے عقل کو ترقی ہوتی ہے کیونکہ تعلیم (اگرچہ وہ تربیت کے عام مفہوم میں جو جسمانی اور نفسانی اور عقلی تربیت پر مشتمل ہے، داخل ہے) برخلاف تمام اقسام تربیت کے اس مفہوم کے لیے مخصوص ہوچکا ہے اور تربیت اور تعلیم میں عام اور خاص کی نسبت سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ عقلی تربیت سے میری مراد یہ ہے کہ اسلوب تعلیم ایسا ہونا چاہیے کہ طالب علموں کی عقلیں مسائل کے سمجھنے اور ان کی نسبت رائے قائم کرنے اور حقائق کی تنقیح کرنے میں مستقل اور آزاد ہوں۔ اور علمی مسائل کے سمجھنے میں وہ کورانہ تقلید اور تسلیم کے عادی نہوں۔

والتقليد، فبهذا ترتقي العقول
وتنمو الافكار ويتخرج العلماء
المستقلون الراسخون،

انما سبب تقصيرنا في
التربية المدرسية فقدنا
الاساتذة الاكفاء القادرين
عليها اوندرتهم، فانه يقل
في المتعلمين منا من تربي تربية
صالحة يرجي نفعها، وانما يقوم
بناء التربية على اساس القدوة
والتأسي بالمربي والاستفاضة
من ينبوع فضائله وصفاته،
"وفاقد الشئ لا يعطيه" و
قصارى ما يمكن ان يطالب
به العقلاء من نظار المدارس
واساتذتها هو ان يتكلفوا ما يجب
عليهم من ذلك تكلفا عسى
ان يصير ما يتكلفونه خلقا لهم
او لتلاميذهم، وان يرشدوا
الطلاب الى العناية بتربية
انفسهم۔

اس سے عقول کی تربیت اور خیالات میں نشو ونما
ہوگی اور ایسے علما نکلیں گے جو علوم میں مستقل
اور مجتہد اور خیالات میں راسخ ہونگے۔

ہمارے مدارس کی تربیت میں جو کوتاہی ہے
اسکا ایک سبب یہی ہے کہ ہماری قوم میں ایسے اُستاد
نایاب یا کمیاب ہیں جو اسکی قابلیت و قدرت رکھتے
ہوں۔ کیونکہ ہمارے طالب علموں میں شاذ و نادر
ہی ایسے ہوتے ہیں جنھوں نے معقول تربیت پائی
ہو جس سے فائدہ کی امید ہو سکے۔ بلا شبہ
تربیت کی عمارت مربی کے نیک نمونہ پر قائم ہوتی
ہے۔ اور لڑکے اپنے مربی کے صفات فضائل کے سرچشمہ
سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے مدارس میں
"او خویشتن گم است کرا رہبری کند" کا مصداق
ہی نظر آرہا ہے۔ غرضکہ قوم کے عقلا مدارس کے منتظموں
اور معلموں سے زیادہ سے زیادہ اس امر کی
توقع کر سکتے ہیں کہ وہ بہ تکلف اور مصنوعی طور پر
ایسے بننے کی کوشش کریں جیسا کہ انکو ہونا چاہیے۔ شاید
کسوقت یہ تکلف اُنکے لیے یا اُنکے شاگردوں کے لیے واقعیت
کیساتھ مبدل ہو جائے۔ اور نیز یہ کہ وہ طالبعلموں کو توجہ
دلاتے رہیں کہ وہ خود بھی اپنے نفوس کی ترتیب
میں کوشش کرتے رہیں۔

تربية المرأ لنفسه

ايها الطلاب النجباء!
انني اخصكم بالخطاب و
التذكير في هذا القسم من اقسام
التربية. سمعتم قولي في تقصير
مدارسنا في التربية ورأيي
في سببه، وازيدكم على ذلك
ان المدارس التي هي ارقى من
مدارسنا في الامم التي هي
ارقى في الحضارة والعلوم من
أمتنا، لا تستقل بتخريج الرجال
العظام ولا بتكميلهم في التربية
والتعليم فان كثيرا من المتخرجين
في مدارس اوربة الجامعة يكونون
لصوصا وفوضويين وفجرة
يفسدون في الارض ويسفكون
الدماء. المدارس تفتح للطلاب
ابواب العلم، وتدلهم على طرق
العمل لانفسهم ولقومهم اذ جنسهم
ولكنها لا تبوئهم تلك البيوت،

انسان کی تربیت اپنے نفس کے لیے

اے ہونہار طالب علمو! تربیت کے اقسام میں سے
خاص قسم کی نسبت میرا خطاب اور یاد دہانی خاصکر
تمہاری طرف ہے۔ تربیت کے معاملہ میں ہمارے مدارس
میں جو کوتاہی ہے اسکی نسبت میری گفتگو اور اُسکے
سبب کے متعلق میری رائے تم سن چکے ہو، اب میں
اسقدر اور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جو قومیں علوم اور
شائستگی میں ہماری قوم سے بدرجہا فائق ہیں انکی
اعلیٰ تعلیم گاہیں بھی (جو ہمارے مدارس سے بہت زیادہ
ترقی یافتہ ہیں) بطور خود اور بلا شرکت غیرے ایسے
اشخاص پیدا نہیں کرسکتیں جو بڑے آدمی اور تعلیم
اور تربیت کے کامل نمونہ ہوں۔ کیونکہ یورپ کی اعلیٰ
تعلیم گاہوں کے بہت سے تعلیم یافتہ چور، ڈاکو اور انارکسٹ
ہوتے ہیں جو ملک میں خونریزی کرتے اور فساد پھیلاتے
ہیں۔ مدارس طالب علموں کے لیے علوم کے
دروازے کھولدیتے اور ان کو اپنی ذات اور
قوم اور اپنے خاندان کے فائدہ کے لیے
کام کرنے کے طریقے بتلادیتے ہیں۔
ان رستوں میں لے جانا اور منزل مقصود
تک ان کو پہونچا دینا مدارس کے

ولا تقودهم في تلك الطرق حتى
توصلهم الى غاياتها، وانما ذلك
عليهم لا على المدارس، وان بعض
المديرين لشئوون المدارس او
المسيطرين عليها قد يريدون
من تربية الناشئة وتعليمهم
ما لا تريده تلك الناشئة لا نفسها
لو عقلته وعرفت عاقبته. فينبغي
للاذكياء من طلاب العلوم ان يكونوا
على بصيرة في تعلمهم وتربيتهم
وان يعلم كل واحد منه انه لا ينال
الكمال الممكن الا بجده الشخصي
وعنايته بتربية نفسه وتكميلها.

ربوا عقولكم على الاستقلال
في انفسهم، والاستدلال على
المطالب، لتكونوا علماء بانفسكم
لا نقلة تحكون علم غيركم، ليكن
العلم صفة من صفاتكم لا صورا
خارجية تعرض على مرآة اذهانكم

ربوا انفسكم على الفضيلة و
التقوى وعلو الهمة، وقوة الارادة

فرائض میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ خود اُن کا کام ہے
بعض اوقات مدارس کے منتظم یا اُن کی نگرانی
کرنیوالے طالبعلموں کو ایسی تعلیم و تربیت دینا چاہتے
ہیں جسکو خود طالب علم اپنے لیے پسند نہ کریں اگر
اُن کو اسکی حقیقت اور اسکا انجام معلوم ہو۔
اسلیے ذہین اور ہونہار طالبعلموں کو لازم ہے کہ
وہ اپنی تعلیم و تربیت سے خود بھی غافل نہ ہوں
اور تم میں سے ہر ایک طالب علم کو یہ بات جان لینی
چاہیے کہ جبتک وہ بذات خود کوشش نہ کریگا
اور اپنے نفس کی تربیت اور اُسکی تکمیل میں خود ساعی نہ ہوگا
وہ ہرگز انسانی کمال حاصل نہ کر سکیگا۔

تم کو چاہیے کہ تم اپنے عقول کی تربیت اس طرح
کرو کہ فہم میں استقلال اور مطالب پر استدلال کرنیکی
صلاحیت پیدا ہو تاکہ تم بذات خود عالم ہو جاؤ
نہ یہ کہ تم دوسروں کے علم کے نقل و حکایت کرنیوالے
ہو۔ علم تمہاری صفات میں سے ایک صفت ہونی
چاہیے نہ یہ کہ وہ خارجی صورتیں ہوں جو تمہارے
ذہنوں میں نمایاں ہو جائیں۔

تم کو اپنے نفوس کی تربیت،
فضیلت، پرہیزگاری، عالی ہمتی،
قوۃ ارادہ اور پختگی عزم پر

ومضاء العزيمة، لتكونوا كملة في انفسكم، وقدوة صالحة لامتكم انني اعلم ان اكثر طلبة العلم منكم ومن غيركم يطلبون العلم لأجل المعاش لا لأجل تكميل النفس بالفضيلة ولا لأجل النهوض بالامة، واعلم مع ذلك ان الناس معادن كمعادن الذهب والفضة، (كما ورد في الحديث الشريف) وان من كان معدنه شريفًا وجوهره كريمًا لا يرضى لنفسه اذا عرف مزايا جوهرها ان تكون في مرتبة المعادن الخسيسة۔

لا اقول ان من يطلب العلم الدنيوي لاجل الكسب يكون خسيسًا مذمومًا فان الكسب مطلوب بل ضروري ولا بد في اتقان اسبابه من العلم، فمن يطلب العلم ليكون حاكمًا او طبيبًا او مهندسًا او صيدليًا او تاجرًا او قائمًا بغير ذلك من اعمال العمران حقيق بان يكون

کرنی چاہیے، تاکہ تم بذات خود کامل اور اپنی قوم کے لیے نیک نمونہ ہو۔ مجکو معلوم ہے کہ تم میں سے اور تمہارے سوا دوسروں میں سے اکثر طالب علم اس غرض سے علم کی تحصیل کرتے ہیں کہ حصول معاش کا ایک ذریعہ ہو۔ اور یہ غرض انکی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے نفس کو علمی فضیلت سے آراستہ کریں یا اپنی قوم کو ترقی دیں۔ مجکو یہ بھی معلوم ہے کہ (آدمیوں کی بھی مثل چاندی اور سونے کے کانیں ہوتی ہیں) جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ پس جو شخص ایک شریف کان کا جوہر ہوگا اور اس میں ذاتی شرافت بھی ہوگی وہ اپنے جوہر شرافت کو معلوم کرنیکے بعد ہرگز اس بات کو پسند نکریگا کہ وہ ادنیٰ اور پست درجہ کی کانوں میں شمار کیا جائے

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ جو شخص کسب معیشت کی غرض سے دنیوی علوم کی تحصیل کرتا ہے وہ دنی الطبع اور قابل مذمت ہے۔ کیونکہ کسب معیشت بھی ضروری ہے۔ اور جسقدر علم اُس کے وسائل کے لیے درکار ہے۔ وہ بھی لابدی ہوگا۔ پس جو شخص علم کی تحصیل اسلیے کرتا ہے کہ وہ حاکم، یا ڈاکٹر یا انجنیر یا دواساز یا تاجر ہو جاے یا دیگر تمدنی کاموں میں سے کسی کام کے

محمودا في علمه وعمله، ولكنه
لا يفضل من هذه الجهة العوام
والأمّيين الذين يعلمون ما
لا يتوقف على تعليم المدارس من
اعمال العمران كالفعلة وصغار
الصنّاع والزرّاع من حدّاد ونجّار
وخبّاز وقاد في سفينة او قطار
او حمّام، كل من يودي للامة عملا
من الاعمال التي تحتاج اليها يكون
جديرًا بالشكر والثناء على قدر
اتقانه له وبذل جهده فيه، و
باللوم والذم على قدر تقصيره
فيه، ووقوفه دون الغاية التي
يستطيعها من اتقانه، ولكن
المتعلمين في المدارس العالية يجب
ان تكون خدمتهم لأمتهم ارقى
من خدمة الفعلة والصناع من
العوام، يجب ان يكون نفعهم متعديًا
يجب ان يكونوا قدوة لغيرهم
في الفضائل والآداب، والقيام
بالمصالح العامة، والمنافع المشتركة

انجام دینے کے قابل ہو جائے وہ بلحاظ اپنے
علم اور عمل کے قابل تعریف ہے لیکن
اس حیثیت کے لحاظ سے وہ عوام کالانعام
اور جہال سے زیادہ ممتاز نہ سمجھا جائے گا
جنکے کاروبار مدارس کی تعلیم پر موقوف نہیں
ہیں. مثلاً مزدور اور ادنیٰ درجہ کے پیشہ ور
جیسے لوہار، بڑھئی، بھٹیاری، اور کوئلہ
جھونکنے والے کشتیوں ٹرینوں میں اور
حماموں میں۔ جو شخص قوم کے ضروری کاموں
میں سے کوئی کام انجام دیتا ہے وہ جس قدر
خوبی کے ساتھ اسکو انجام دیگا اور جسقدر محنت
اور کوشش کریگا اسی قدر قوم کی شکر گزاری
اور تعریف کا مستحق ہوگا۔ اور جسقدر کوتاہی کریگا
اور اس کام کی تکمیل اور ترقی دینے میں جہانتک کہ اسکی استطاعت
ہے اس سے قاصر رہیگا اسیقدر ملامت اور مذمت کے قابل
سمجھا جائیگا۔ یہ ضروری ہے کہ مدارس کی تعلیم یافتہ
لوگوں کی خدمتیں مزدوروں ادنیٰ پیشہ وروں اور
عوام الناس سے زیادہ بلند اور برتر ہوں۔ ضروری
ہے کہ انکا فائدہ متعدی ہو۔ ضروری ہے کہ وہ نیکی
فضائل و اخلاق و آداب و خدمات عامہ انجام دینے کے
دوسروں کے لیے نمونہ اور مثال ہوں۔

فيجب ان يكونوا بذلك مربين
لها، وعملاً لرفع شأنها، و
لا يكونون كذلك الا اذا عنوا
بتربية انفسهم على الفضيلة و
التقوى، فانّا نرى كثيرا من
الذين تعلّموا في ارقى مدارسنا
ومدارس اوربة العالية كانوا
بفساد تربيتهم وبالا على الامة
اما بسوء اخلاقهم واتجارهم
بمصالحها، واما بفسقهم و
استهانتهم بشريعتها وشعائرها
فيجب ان تراعوا في تربيتكم انفسكم
نسبتكم الى امتكم ونسبتها اليكم
وان تتقوا التقليد الذي يبعدكم
عن مقوماتها ومشخصاتها،
وتوخوا ان تكونوا معها
كبيوت النحل المسدسة الشكل
لكي يتصل بعض طبقاتها
ببعض، وان تمايزت الطبقات
او الافراد في انفسها في العلم و
الحكمة كما تتمايز بعض بيوت

ضروری ہے کہ وہ قوم کو تربیت کرنے والے اور اُسکی
عزت اور شان کو ترقی دینے میں ساعی ہوں، اور وہ ایسے
نہیں ہو سکتے جبتک کہ وہ اپنے نفوس کی تربیت
فضیلت اور پرہیزگاری پر نہ کریں۔ کیونکہ ہم نے
بہت سے ایسے لوگوں کو جنھوں نے ملک یا
یورپ کی اعلیٰ درسگاہوں میں تعلیم پائی ہے،
دیکھا ہے کہ وہ اپنے فسادِ تربیت کی بدولت قوم کی
کے لیے وبالِ جان ثابت ہوئے ہیں یا تو بوجہ بداخلاقی
اور قومی مصلحتوں کو ذاتی فوائد پر قربان کر دینے
کے اور یا اپنی بدچلنی اور مذہبی احکام اور قومی
آداب کی توہین کرنے کے۔ اس لیے تم کو
لازم ہے کہ تم اپنے نفوس کی تربیت میں اس نسبت کا
ہمیشہ لحاظ رکھو جو تم کو قوم کے ساتھ اور قوم کو
تمہارے ساتھ ہے اور اُس یورپین تقلید سے پرہیز
کرنا چاہیے جو تم کو اپنے قومی خصوصیات سے
دور کرنے والی ہو۔ اور تم کو قوم کے ساتھ شہد
کے چھتے کے خانوں کی طرح ہونا چاہیے
جو شش پہل اور ایک دوسرے کے ساتھ متصل
ہوتے ہیں۔ اگرچہ بعض افراد قوم علم و حکمت
کے باعث بعض سے ممتاز ہوتے ہیں جس طرح
بعض خانے شہد کی وجہ سے چھتے میں

النحل بوجود العسل فيها على ما
عسل فيه،

لا يتفاضل البشر في شيءٍ كما
يتفاضلون في نفع الناس والقيام
بمنافعهم العامة ومصالحهم المشتركة
وان امتنا لتشكوا من قلة العاملين
للمصلحة العامة ما لا تشكوا
من قلة العالمين بها، فلو كان
فينا كثيرون يعملون بما يعلمون
من مصالح الامة ومؤثرون
ذلك على اهوائهم لما كنا في هذه
الحال السوءى التي نشكوا منها
قال بعض علماء اوربة وكبرائها
للاستاذ الامام، اننا نرى
فيكم من نذاكرهم فيجارونا
في كل علم ونراهم يفهمون
المصالح والامور كما نفهمها
سواء، فما هي علة تأخركم عنا؟
الجواب الذي اتفق عليه العالمان
المسلم والاجنبي ان علة ذلك
هي كثرة العاملين للمصلحة العامة

ممتاز ہوتے ہیں بمقابلہ اُن خانوں کے جن میں
شہد نہیں ہوتا۔

افراد انسانی کے لیے فضیلت کا کوئی معیار قوم اور
ملک کو فائدہ پہونچانے اور خدمات عامہ اور مصالح
مشترکہ میں کوشش کرنے سے بڑھکر نہیں ہوسکتا۔
ہماری قوم میں عالموں کی کمی کی اسقدر شکایت نہیں ہے
جسقدر کہ قومی کام کرنے والوں کی کمی کی شکایت ہے
اگر ہم میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی جو مطابق
اپنے علم کے قومی مصلحتوں کو عمل میں لاتے اور اُن کو
اپنی ذاتی خواہشوں پر ترجیح دیتے تو ہماری حالت ایسی
ردی نہ ہوتی جسکی ہم شکایت کر رہے ہیں۔ یورپ کے
ایک بہت بڑے عالم نے حضرت اُستاذ الامام شیخ محمد عبدہ
سے پوچھا کہ آپ کی قوم میں ہم ایسے آدمیوں کو دیکھتے ہیں
کہ جب اُن سے گفتگو کیجاتی ہے تو وہ ہر ایک علم میں ہمارا
مقابلہ کرتے ہیں اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمام مصالح
اور معاملات کو وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں
پھر آپ کی قوم کے تنزل کی کیا وجہ ہے؟ اس سوال کا
جواب جسپر مسلمان اور یورپین دونوں عالموں نے
اتفاق کیا یہ ہے کہ قومی مصلحتوں کے لیے
کام کرنے والوں کی یورپ میں کثرت
ہے۔ اور ہم میں ایسے اشخاص

في الافرنج وندرتهم فينا۔

ينبغي لكل من كان كريم الجوهر عالي الهمة ان ينوي و يقصد المنفعة العامة في كل عمل يعمله، فان اقل فائدة ذلك انه يرقى نفسه ويزيده كمالا وان لم يتم له ما ينوي، لا يوجد عمل من الاعمال يتعذر فيه قصد المنفعة العامة، واني اضرب لكم مثلا واقعا على هذا من أغرب ما يؤثر عن الامم الحية. حدثني الاستاذ (الامام) انه في بعض اسفاره اراد اختبار بعض افراد الطبقة الدنيا من الافرنج وكان راكبا في سفينة انكليزية فسأل وقادا فيها عن عمله الشاق واجرته عليه، ثم سأله هل ترجو ارتقاء في حياتك هذه؟ قال نعم انني افكر في عمل عظيم، وأسعى الى ارتقاء كبير، قال الاستاذ ما ذاك؟

نایاب ہیں۔

جو شخص ذاتی شرافت عالی ہمتی اولو العزمی کہتا ہے اسکے لیے مناسب ہے کہ وہ ان تمام کاموں میں جنکو وہ انجام دے قومی مصلحت اور ملکی منفعت کی نیت رکھے۔ اس سے کم از کم یہ فائدہ تو ضرور ہوگا کہ اسکی ذات میں ترقی اور اسکے نفسانی کمال میں اضافہ ہوگا اگرچہ وہ قومی مقصد نہ بھی حاصل ہوسکے جسکی اُس نے نیت کی ہی۔ تمام اعمال میں کوئی عمل ایسا نہیں ہوسکتا جسمیں منفعت عامہ کی نیت کرنا مشکل ہو اسکی تائید میں میں آپکے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں جو ان مثالوں میں جو زندہ قوموں میں سے نقل کی گئی ہیں نہایت عجیب و غریب ہے۔ الاستاذ الامام (شیخ محمد عبدہ) نے اپنے ایک سفر کا واقعہ بیان فرمایا۔ وہ ایک انگریزی جہاز میں سفر کررہے تھے۔ اُنہوں نے ادنیٰ درجہ کے انگریزوں کے خیالات کا امتحان کرنا چاہا۔ اُس جہاز کے انجن میں ایک انگریز جو کوئلہ جھونکنے پر نوکر تھا اس سے اس سخت محنت طلب کام اور اُسکی اُجرت کی بابت دریافت کیا۔ اسکے بعد اُس سے پوچھا کیا تم کو اس عمل کے ذریعہ سے اپنی زندگی میں ترقی کی اُمید ہی؟ اُسنے کہا ہاں۔ میں ایک نہایت عظیم الشان کام کی فکر اور بہت بڑی ترقی کے لیے کوشش کررہا ہوں۔ اُنھوں نے پوچھا وہ کیا ہی؟

قال الوقاد انك تعلم ان معادن
الفحم الحجري محدودة، وانهم
يقدرون لها النفاد في قرون
معدودة، فانا افكر في طريقة
للاقتصاد في انفاق الفحم تكون
به امتنا الانكليزية اغنى الامم
به، واستفيد انا من هذا الاختصار
ثروة كبيرة ومجدا عظيما، فتأملوا
دعاكم الله كيف توجهت همة
ذلك الرجل الذي هو ادنى الناس
حرفة وعملا الى ان ينفع امته
العظيمة الغنية، وينمي ثروتها
ويجعل الامم والدول في حاجة
اليها، وان ينفع نفسه من طريق
نفع قومه، وهو لم يتجاوز بذلك
حدود عمله، ولم يمد همه الغرور
الى الاشتغال بما لا يعد من اهله،
افيعجز كل فرد من افراد المتعلمين
ان يكون له مثل هذه النية
الحسنة، والهمة العالية؟

ايها الطلبة النجباء: ان

اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں کوئلہ کی
کانیں محدود ہیں اور ان کی نسبت اندازہ لگایا
گیا ہے کہ وہ چند قرنوں کے بعد ختم ہو جائینگی۔ پس
میں ایک ایسے طریقہ پر غور کر رہا ہوں جس سے
کوئلہ کے خرچ میں کفایت ہو اور اس ذریعہ سے
ہماری انگلش قوم تمام قوموں سے زیادہ دولتمند
ہو جائے۔ اور میں بھی بشیار دولت ثروت اور
عزت وعظمت حاصل کر دوں. خدا کے لیے اس
مثال پر آپ کو غور کرنا چاہیے۔ ایک ایسا شخص
جو نہایت گھٹیا اور ادنیٰ درجہ کا کام کر رہا ہے اسکی
عالی ہمتی اور اولوالعزمی قابل دید ہے کہ وہ اپنی عظیم الشان
اور دولتمند قوم کو فائدہ پہنچانا اور اسکی دولت وثروت
کو یہانتک ترقی دینے کا ارادہ کر رہا ہے کہ دنیا کی تمام
قومیں اسکی دست نگر ہو جائیں اور وہ اپنی قوم کو نفع
پہونچا کر خود اپنی ذات کے لیے بھی نفع حاصل کرے۔
طرفہ یہ ہے کہ ان خیالات میں وہ اپنے عمل کی حدود سے آگے
نہیں بڑھا۔ اور ایسے دخل در معقولات کا مرتکب نہیں ہوا
جسکی اہلیت اسمیں نہیں ہے. کیا طالب علموں کے افراد میں
کوئی فرد ایسی نیک نیت اور ایسی عالی ہمتی نہیں
رکھ سکتا۔

اے ہونہار طالب علمو!

شعوب البشر متقاربة في الاستعداد
للكمال الانساني، وانّنا معاشر
الشرقيين عامة، والمسلمين
خاصة، ما سبقتنا الامم التي
نراها الآن اعلى منا الى العلوم و
الحضارة لان استعدادنا الفطري
دون استعدادها، فعليكم ان
تتفكروا دائماً في استعدادكم
وان تستعملوه في طلب الكمال
لانفسكم وأمتكم، وانتم قادرون
على ذلك ؎

ولم أر في عيوب الناس عيبًا
كنقص القادرين على التمام،

واعلموا ان قيمة الذي
يتعلم لاجل ان ينال قوتاً مضموناً
من الحكومة أو من غير الحكومة
لاتكون الا بقدر جثته التي يسعى
بتغذيتها، وانها القيمة قليلة
لا يفضل بها الثور ولا الحمار الذي
يأكل اضعاف ما يأكل الانسان
ولا يتألم كما يتألم الانسان، ومن

دنیا کی تمام قومیں انسانی کمال کی استعداد کے
لحاظ سے قریباً برابر ہیں یورپین قومیں علوم اور
تمدن اور شائستگی کے لحاظ سے ہم اہل مشرق سے
عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً اسلیے فائق نہیں
ہیں کہ ہماری فطری استعداد انسے کم درجہ کی ہے
پس تم کو لازم ہے کہ تم ہمیشہ اپنی استعداد کی نسبت
غور کرتے رہو۔ اور اسکو اپنی ذات اور اپنی
قوم کے لیے طلب کمال میں صرف کرو۔ اور
بلاشبہ تم اسکی قدرت رکھتے ہو۔

ولم ار فی عیوب الناس عیباً
کنقص القادرین علی التمام؛

تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص اس غرض سے
علم حاصل کرتا ہے کہ اس کو گورنمنٹ یا کسی
پرائیویٹ کارخانہ میں ایک معین مشاہرہ
کی نوکری مل جائے اس کی قیمت بقدر
اسکے جثہ کے ہے جس کی غذا بہم پہونچانے کیلیے
وہ کوشش کر رہا ہے اور بلاشبہ یہ ایک نہایت
حقیر اور ادنی قیمت ہے جسکے لحاظ سے بیلوں اور
گدھوں پر اسکو کوئی فضیلت نہیں ہے جو انسان
سے کئی گُنا زیادہ کھاتے اور انسان
کی طرح رنج و الم نہیں اٹھاتے ہیں

تعلوبه همته فيطلب ان يكون وجوده اوسع من محيط جسمه فانه ينال ما يطلب، فاذا هو قام بنفع بلده كان وجوده بقدر بلده بحيث يكون ذكره مالئاً له، و اذا هو قام بخدمة امته كلها، بعمل نافع يعمله لها، فان وجوده المعنوي يكون واسعاً بقدر سعة امته كلها، لا يجهل ذلك قطر من اقطارها، و اذا هو استطاع ان ينفع جميع البشر فليفعل، فان وجوده يكون بقدر العالم الذي انتفع به، وامثال هؤلاء الرجال هم الذين يوزن الواحد منهم بأمة، قال تعالى " اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً"، وقال في عباد له أعدهم لنفع الأمم: " وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً - وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ" وعلمنا ان ندعوه بقوله " وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا"، فعليكم ان تربوا انفسكم على علو الهمة، وخدمة الامة، لتكونوا من الائمة،

اور جس شخص کی ہمت بلند ہوگی وہ ضرور اس بات کی خواہش کریگا کہ اسکا وجود اسکے جسم کے محیط سے زیادہ وسیع ہو۔ اور وہ بلاشک و شبہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوگا۔ پس اگر وہ اپنے شہر کو نفع پہنچانے کے لیے کمربستہ ہوگا تو اسکا وجود اسکے شہر کے برابر ہوگا اسلیے کہ تمام اہل شہر کی زبانوں پر اسکا ذکر خیر جاری و ساری ہوگا لیکن اگر وہ اپنی قوم کی خدمت کے لیے کھڑا ہوگا اور اسکے لیے کوئی مفید کام انجام دیگا تو اس صورت میں اسکا معنوی وجود بقدر اسکی تمام قوم کی وسعت کے وسیع ہوگا۔ کوئی حصہ ملک کا اس سے ناواقف نہ رہیگا۔ اور اگر وہ تمام انسانوں کو فائدہ پہونچانے کی استطاعت رکھتا ہے تو اسکو ایسا کرنا چاہیے۔ اس صورت میں اسکا وجود بقدر اس عالم کے ہوگا جسنے اسکے عمل سے فائدہ اٹھایا ایسے ہی جوانمرد لوگ ہیں جن میں سے ہر واحد ایک قوم کی برابر سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے " ان ابراہیم کان امۃ" اور نیز اپنے اُن خاص بندوں کی نسبت جن کو اس نے قوموں کو فائدہ پہونچانے کی غرض سے تیار کیا ہے فرمایا ہے " ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین" اور نیز ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اس طرح پر دعا کریں " واجعلنا للمتقین اماما" اس لیے تم کو لازم ہے کہ عالی ہمتی اور قومی خدمت پر اپنے نفوس کی تربیت کرو تاکہ ائمہ میں تمہارا شمار ہو۔

ان الانسان لا يكون قدوة
في الخير نافعًا للناس الا اذا كان
فاضلا كريم الاخلاق، وان مساوي
الاخلاق تشين العالم اكثر مما
يشين الجهل رب الاخلاق الكرائم
ولا يفسد الامم شئ كفساد اخلاق
علمائها وحكامها وزعمائها، فاذا
قصرتم في تربية ملكة الفضيلة
في انفسكم فانكم تضرون اكثر
مما تنفعون بعلمكم، اما الطريق
الذي ينبغي ان يسير عليه المرء
في تربية نفسه فهو يلتزم الاعمال
التي تطبع ملكتها في النفس تكلفها
ويواظب عليها، ولا يتساهل في
كبير ولا صغير منها، وان يجعل له
مراقبا من اخوانه يذكره اذا
نسي، ويلومه اذا تساهل، و
اذكر لكم على سبيل المثال ما
جربته بنفسي: قلت لرفيق لي
في طلب العلم اذا قدرت ان
تحفظ على كذبة واحدة فلك

انسان نیکی کا نمونہ اور مثال اور لوگوں کے لیے مفید نہیں
ہو سکتا جبتک کہ وہ فضائل اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ نہو
جہالت صاحب اخلاق حمیدہ کے لیے اسقدر معیوب نہیں
سمجھی جاتی جسقدر بداخلاقی ایک عالم کے لیے معیوب
سمجھی جاتی ہے۔ قوموں کو اسقدر خراب اور تباہ کرنیوالی
کوئی چیز نہیں ہے جسقدر کہ انکے علما اور حکام اور انکے
لیڈروں کی بداخلاقی ہے۔ پس اگر تم اخلاقی فضائل
سے معرا اور انکے ملکات کی تربیت سے قاصر رہوگے
توتم اپنے علم سے قوم کو اسقدر فائدہ نہیں پہنچا سکوگے
جسقدر کہ تمہاری بداخلاقی سے اسکو نقصان پہونچیگا
انسان کے لیے اپنے نفس کی تربیت کا بہتر طریقہ یہ ہوگا
کہ اسکو ایسے کاموں کا التزام کرنا چاہیے جنکا ملکہ نفس
میں راسخ ہوجائے اور ان کو بہ تکلف کرنا چاہیے اور
اس کی پابندی کرنا چاہیے اور کسی چھوٹے یا بڑے کام
میں تساہل کو راہ نہ دینا چاہیے۔ بلکہ بہتر ہو اگر اپنے
کسی دوست کو اپنی حالت کا نگراں بنا دیا جائے جو بھول
چوک یاد دلائے۔ اور اگر کسی کام میں تساہل دیکھے تو ملامت
کرے۔ ایک واقعہ جسکا مجھے بذات خود تجربہ ہوا ہے
آپکے سامنے بطور مثال کے بیان کرتا ہوں۔
طالبعلمی کے زمانہ میں میرا ایک رفیق تھا میں نے اس سے کہا
کہ اگر تم میرا کوئی جھوٹ ثابت کر دوگے تو

حكمك في الجزاء عليها، قلت له
هذا وما انا بآمن على نفسي من
فلتات اللسان، ونزغات الشيطان
وانما اردت ان يكون ذلك حاملا
لي على شدة الاحتراس من الكذب
الذي هو شر الرذائل واشدها
ضررًا، واحمد الله انه لم يستطع
ان يحفظ في السنين الطوال التي
عاشرني فيها كذبة ما، وما أبرئ
نفسي ولا ازكيها بهذا وانما اريد
ان اذكر لكم ايها الاخوة النجباء
بما جربته واستفدت منه
لعلكم تعتبرون۔

الفضيلة والتربية الدينية

لا فضيلة الا بالدين فمن
لم يترب تربية دينية لا يكون
على شيء يعتد به من مكارم الاخلاق
وقد ينشأ بعض الناس على

اُس کی سزا کا تم کو اختیار دیتا ہوں۔ میں اپنی نسبت
زبان کی لغزشوں اور شیطان کے وسوسوں سے
بےخوف نہ تھا بلکہ میرا مقصد اس سے یہ تھا کہ جھوٹ
جو بدترین رذائل اور سخت نقصان دہ ہے اس سے
بچنے کے لیے یہ نگرانی معین ہو۔ الحمد للہ کہ سالہا
سال کی صحبت میں وہ میرا ایک جھوٹ بھی نہیں
ثابت کر سکا۔ اس سے مجکو اپنے نفس کی براءت
اور اُس کی پاکی بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ
اے برادرانِ کرام! میں آپ کو ایک طریقہ
بیان کرنا چاہتا ہوں جسکا میں نے بذات خود
تجربہ کیا اور اس سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ شاید
آپ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

فضیلت اور دینی تربیت

فضیلت بغیر مذہب کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس
جس شخص نے دینی تربیت نہیں پائی اُس کے
اخلاق حسنہ کوئی ایسی چیز نہیں جو قابل
ذکر ہو۔ کبھی بعض آدمیوں کی
ابتدائی نشو و نما

الفضائل والآداب الدينية ثم
يعرض له الشك في دينه او
الجحود في الكبر، ولكنه
اذا استطاع التفلت من جميع
عقائده، لا يستطيع التفلت
من جميع فضائله، وقد يغتر
هو بنفسه او نغير غيره بما
بقي له من آثار صبغة الدين
فيقولون ان الكفر قد اتفق
مع الفضيلة، ويغفلون عما
يحدث له هذا الكفر من انواع
الرذيلة وقد يسمون بعض
الرذائل باسماء الفضائل او
يعدونها منها۔

يوجد افراد من الملاحدة
في البلاد الغربية يزعمون انه
يمكن ان يستغني في تربية النفس
عن الدين بان يقام بناء
الفضيلة على اساس العلم والعقل
بان يقنع المربي من يربيه بان
الرذائل ضارة بفاعلها،

فضائل اور دینی آداب پر ہوتی ہی لیکن بڑے
ہو کر ان کو مذہب کی نسبت شک ہو جاتا
یا اُسکے قطعی منکر ہو جاتے ہیں۔ اس صورت
میں اگر وہ مذہب کے تمام عقائد سے آزاد ہو جائیں
تاہم اُسکے تمام فضائل سے معرا نہیں ہو سکتے
بعض اوقات اُس مذہبی رنگ کے آثار جو
باقی رہ گئے ہیں خود اُسکو دھوکا ہوتا جاتا ہی
یا لوگ اُسکو دھوکے میں ڈالدیتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ کفر فضیلت کے ساتھ جمع ہو گیا ہے
حالانکہ طرح طرح کے رذائل جو اس کفر سے
پیدا ہوئے ہیں ان سے غافل ہو جاتے
ہیں۔ کبھی رذائل کا نام فضائل رکھا
جاتا۔ یا اُن کو فضائل میں شمار
کیا جاتا ہی۔

مغربی ممالک میں ایک جماعت ملحدوں کی
ایسی پائی جاتی ہے جنکا خیال ہی کہ نفسانی تربیت
کے لیے مذہب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
اور فضیلت کی عمارت صرف علم اور عقل
کی بنیاد پر قائم ہونی چاہیے۔ مثلاً
تربیت کرنے والا اپنے شاگردوں سے
کہے کہ تمام رذائل خود کرنیوالے کے لیے

او بالهيئة الاجتماعية التي يعيش فيها، وان الفضائل دعائم المصالح والمنافع، كأن يقال له ان الكذب قبيح متى عرف به امرؤ بطلت الثقة به، ومن لا يوثق به تفوته منافع كثيرة، ويكون محتقرا في انفس الناس، ويقال له نحو هذا في مدح الامانة والترغيب فيها، ويرون ان هذا النحو من التربية أفضل وانفع من التربية الدينية التي اساسها عندهم التخويف من عقاب الآخرة، وقد سمعنا بعض مقلدتهم من المتفرنجين يلوكون امثال هذه الكلمات ويتشدقون بها ويرون انهم ينطقون بالحكمة ويرفعون قواعد الفلسفة،

كان سبب حدوث هذا الانكار في اوربة ما سبق من ضغط رجال النصرانية في القرون الخالية على رجال العلم، واحرار

اور نیز اُس قوم کے لیے جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے مضر ہیں۔ اور فضائل ہر قسم کی مصلحتوں اور منفعتوں کے اصل اصول ہیں۔ گویا کہ کہا جاسکتا ہے کہ جھوٹ بہت بُری چیز ہے جو آدمی جھوٹا مشہور ہو جاتا ہے اُس پر کسی شخص کو اعتماد نہیں رہتا اور جس پر اعتماد نہیں ہوتا وہ بہت سے فوائد سے محروم ہو جاتا اور لوگوں کی نظروں میں حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے اسی قسم کی باتیں امانت کی تعریف اور ترغیب میں کی جا سکتی ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس قسم کی تربیت اُس مذہبی تربیت کی نسبت جس کی بنیاد آخرت کے عذاب سے ڈرانے پر ہے بہت زیادہ مفید ہے۔ ہم نے ملحدان یورپ کے بہت سے مقلدوں کو دیکھا ہے جو اس قسم کے خیالات نہایت فخر کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ حکمت کے موتی اُگلتے اور خالص فلسفہ کی ٹانگ توڑ رہے ہیں۔

یورپ میں اس قسم کے خیالات کے پیدا ہونے کا یہ باعث ہے کہ گزشتہ صدیوں میں نصرانیت کے حامیوں نے اہل علم اور آزاد خیال لوگوں کو بہت ستایا ہے۔

الفکر، اذ کانوا یقتلونهم تقتیلا ویحرقونهم بالنار احیاءً، فکان من مقتضي سنة رد الفعل ان یغلوا أحرار الفکر من المارقین من النصرانیة فی ذم الدین و التنفیر عنه، وقد وجدوا فی کتب ذلك الدین وتقالیده وسیرة بعض رؤسائه مجالا واسعًا للطعن والتنفیر، ومع هذا کله لا یزال السواد الاعظم من الشعوب الافرنجیة کلها، یربون اولادهم من النشأة الاولی علی آداب الدین وفضائله ولا سیّما الانکلیز والجرمانیین منهم، ویخصون الاناث بمزید العنایة فی التربیة الدینیة لأنهن اللواتي یربین الاولاد فی الطور الاول من حیاتهم ویؤثر عن الفیلسوف سبنسر اکبر علماء الاجتماع و التربیة فی هذا العصر انه قال ما معناه ان بعض الناس یریدون تحویل تربیة الفضیلة عن اساس

ان کو قتل کرتے تھے اور زندہ آگ میں جلا دیتے تھے۔ لہٰذا ان سختیوں کی پاداش میں عیسائیت کو ترک کرنے والے آزاد خیال ملحدوں نے بھی مذہب کی مذمت کرنے اور اس سے نفرت دلانے میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ مذہب عیسوی کی کتابوں اور اس کے رسوم و آداب اور اس کے پیشواؤں کی سیرت میں اس قسم کے طعن و تشنیع کے لیے ان کو بڑا وسیع میدان مل گیا۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے تمام یوروپین قوموں اور خاصکر انگریزوں اور جرمن کا گروہ کثیر اپنی اولاد کو اس کی ابتدائی نشوونما کے زمانہ میں مذہب کے آداب اور فضائل پر تربیت کرتا ہے۔ اور بالخصوص عورتوں کی دینی تربیت کی نسبت بہت زیادہ توجہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ عورتیں ہی ابتدائی زمانہ میں بچوں کی تربیت کرنیوالی ہوتی ہیں۔ علامہ ہربرٹ اسپنسر جو اس زمانہ میں علوم تمدن و تربیت کا سب سے بڑا عالم ہے اسکا یہ قول مشہور ہے کہ "بعض لوگ تربیت کو مذہب کی بنیاد سے ہٹا کر علم کی بنیاد پر

الدين الى اساس العلم، واذا وقع هذا بالفعل تقع به الناس فى فوضى ادبية لا يعلم احد عاقبتها (١)

ما لنا ولكلام الناس وافعالهم انا نعلم بالنظر والاختبارات اقناع جميع طبقات الناس بنفع الفضائل وضرر الرذائل وحملهم على العمل المطرد فى ذلك مما لا سبيل اليه ولا مطمع فيه، فالولد ان لا يعقل

(١) كنت اريد ان اذكر فى هذا البحث كلمة للفيلسوف ابن رشد اشهر حكماء عصره ثم نسيتها وهي ان الفيلسوف الحقيقى لا يجيز ان يجعل الدين محل الشك والاثبات ويوضع موضع البحث لان ذلك يتضمن جعل مبدأ الفضيلة واساسها موضع الشك وذلك هدم للفضيلة اه بالمعنى ومثاله ان يشك المريض فى اصل الطب ويحمل على ان لا يقبل المعالجة والدواء الا بعد البحث فى علم الطب نفسه واقامة الحجة علے نفعه ١٢

قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ عملاً واقع ہوگیا تو لوگ ایسی اخلاقی گڑبڑ میں مبتلا ہونگے جسکا انجام کوئی نہیں جانتا۔ لہ

لوگوں کے اقوال اور افعال پیش کرنے کی ہمکو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کو از روی دلائل اور تجربہ کے یہ بات معلوم ہے کہ فضائل کے فوائد اور رذائل کے نقصانات پر ہر ایک طبقہ کے آدمیوں کو مطمئن کردینا اور ان تمام کو اُسپر باتفاق عمل کرنے کے لیے آمادہ کردینا ایک ایسی بات ہے کہ جس کی کوئی سبیل نہیں ہوسکتی اور نہ اسکی امید کیجاسکتی ہے۔ بچے اسکو نہیں سمجھیں گے

لہ میرا ارادہ تھا کہ میں اس بحث میں فیلسوف ابن رشد کا ایک جملہ نقل کرونگا جو اپنے زمانہ کا مشہور حکیم گزرا ہے۔ مگر دوران تقریر میں مجکو یاد نہیں آیا اور وہ جملہ یہ ہے کہ "وہ حقیقی فیلسوف ہرگز اس بات کو جائز نہیں رکھے گا کہ مذہب کو محل شک و اثبات اور موضوع بحث بنایا جائے کیونکہ اس سے فضیلت کی بنیاد مشکوک ہوجاتی ہے اور یہ فضیلت کی بنیاد کا منہدم کردینا ہے"۔ اس کی بعینہ ایسی مثال ہے کہ کوئی مریض طب کی نسبت شک کرنے لگے اور کہے کہ جب تک بحث و گفتگو سے علم طب کا ثبوت نہ ہوجائے اور اسکے مفید ہونے پر دلائل قائم نہ ہوجائیں وہ معالجہ قبول نہ کریگا۔"

وبلداء العوام وجماهير الشعوب الهمجية لا يقتنعون به، واكثر الاذكياء يجعلون انفسهم معيار المنافع والمضار، فيؤثرون ما ينفعهم وان اضر لغيرهم، ويطبقون ذلك على قانون فضيلة المنافع بالتأويل، فاذا اقتدر الواحد منهم على اكل مال غيره بالباطل او خيانته في عرضه وامن اطلاع الناس عليه خان في المال العرض وادل ذلك في نفسه بانه هو احق بالمال واجدر به، لأنه يضعه في مصارفه التي هي انفع للناس وله، ويزعم ان صاحب المال لا يقدر على ان يأتي بمثل نفعه وعمله، ولا يأبى ان يقول ان الخيانة في العرض لا ضرر فيها، لانه يفسر الفضائل والرذائل بحسب الشهوة والهوى، وقد صرح امامي من يعد في الطبقة العليا من حرية الفكر بان اكل

اور بے وقوف لوگ اور عوام کالانعام اس پر مطمئن نہونگے اور اکثر سمجھدار اور ذہین آدمی منفعتوں اور مضرتوں کا معیار اپنی ذات کو قرار دینگے اور اس لیے جو چیز انکے لیے مفید ہوگی اسکو اختیار کرینگے اگرچہ اس سے دوسروں کو نقصان پہونچے۔ اور اس کو تاویل کرکے فضیلت کے قانون پر منطبق کرلینگے پس اگر ان میں کوئی شخص دوسرے کا مال ہضم کرنے یا اس کی آبرو میں خیانت کرنے پر قادر ہوگا اور راز فاش ہوجانے کا اس کو اندیشہ نہوگا تو وہ بے تکلف مال یا آبرو میں خیانت کا ارتکاب کر گزریگا۔ اور اپنے دل میں یہ تاویل کریگا کہ میں اس مال کا زیادہ مستحق ہوں کیونکہ میں اسکو اصلی مصارف میں صرف کرونگا جو لوگوں کیلیے زیادہ مفید ہونگے اور اس مال کا مالک ایسا نہیں کرسکتا اور نہ بقدر نفع پہونچا سکتا ہے اور شاید وہ یہ بھی خیال کرے کہ آبرو میں خیانت کرنیسے کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ وہ فضائل اور رذائل کی تفسیر اپنی خواہش کے مطابق کرے گا۔ خود میرے سامنے ایک اعلی طبقہ کے آزاد خیال نے اس بات کا اقرار کیا

مال الناس بالباطل (اي بدون مقابل ولا تراض) يعد من الفضيلة اذا كان سارقه او ناهبه او الخائن فيه ينفقه فيما يراه أنفع للهيئة الاجتماعية مما ينفقه فيه صاحب المال، ولا يخفى على عاقل ان الناس يختلفون اختلافاً كبيراً في المنافع ولا نفع وضدهما، فما يراه بعضهم نافعاً يستحق الشكر، قد يراه بعضهم ضاراً يستحق فاعله القتل، فاذا لم يكن لهم دين يحكم كتابه بين الناس فيما اختلفوا فيه، وجروا على استباحة كل منهم ما يرى انه ينفع به مالا ينفع غيره، الا يكونون في فوضى وخيانة تفسد عليهم امرهم، حتى يأذن الله بهلاكهم؟

يقول غوستاف لوبون في كتابه (روح الاجتماع) ان بعض القضاة عندهم (في فرنسة) احصى عدد المجرمين الذي حكمت

کر دوسرے کا مال بلاوجہ (یعنی بلا معاوضہ اور بغیر رضامندی کے) ہضم کر جانا بلاشبہ فضیلت میں شمار کیا جاویگا جبکہ اسکا چرانے والا یا چھیننے والا یا خیانت کرنے والا ایسے کاموں میں صرف کرے جو قوم اور ملک کے لیے زیادہ مفید ہوں بہ نسبت اُن کاموں کے جن میں اسکا مالک خرچ کرتا ہی۔ اور کسی عاقل پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہی کہ منفعت اور مضرت کی کمی بیشی کی نسبت لوگوں کی رایوں میں کس قدر عظیم الشان اختلافات ہیں۔ جس کام کو ایک شخص مفید اور قابل شکر گزاری سمجھتا ہے دوسرا شخص اسکو مضر اور اُسکے کرنیوالے کو واجب القتل جانتا ہی۔ پس اگر انکے لیے کوئی مذہب نہوگا جس کی کتاب اِن اختلافات کا فیصلہ کرے اور وہ اپنے خیال میں زیادہ فائدہ پہونچانے کی غرض سے دوسروں کے مال کا ہضم کر لینا مباح سمجھینگے تو کیا اُن کا معاملہ اور انتظام بالکل درہم برہم نہو جائیگا یہانتک کہ خداوند تعالیٰ اُن کے غارت کرنے کا فیصلہ نافذ کرے۔

فرانس کا مشہور محقق گستا ولیبان اپنی کتاب "روح الاجتماع" میں لکھتا ہی کہ ہمارے ملک فرانس کے ایک جج نے ان مجرموں کی تعداد پر غور کی جو محکمہ فوجداری سے سزایاب ہوچکے

عليهم محكمة الجنايات فكان ثلاثة ارباعهم من المتخرجين فى المدارس العالية والربع من عوام الناس، ونحن نعلم ان الذين لا يجرمون من هؤلاء المتعلمين الماديين لا يصدهم عن الاجرام والجناية الفضيلة وانما يصد بعضهم خوف الفضيحة او عقاب الحكومة اذا ظهرت الجناية، وبعضهم اشتغاله بعمل يصرفه عنها، وعن الشعور بالحاجة اليها، وبعضهم تأثير التربية الدينية الاولى، ولا يكاد يتعفف عن الرذيلة احد تدفعه شهوته اليها وتقرب اسبابها منها، الا المتدين الذي يراقب الله تعالى ويخشاه، او الفيلسوف العالى النفس اذا ثبت عنده انها رذيلة، والا فاننا نرى سيرة كثير من الفلاسفة

اسکو معلوم ہوا کہ کل مجرموں میں ۳/۴ ایسے ہیں جنھوں نے اعلیٰ تعلیم گاہوں سے ڈگریاں پائی ہیں۔ اور ۱/۴ عوام الناس میں سے۔ ہم کو معلوم ہے کہ تعلیم یافتہ ملحدوں کی جماعت میں سے جو لوگ جرائم کا ارتکاب نہیں کرتے ان کو اس سے باز رکھنے والا فضیلت کا خیال نہیں ہے بلکہ راز فاش ہوجانے کی حالت میں فضیحت کا خوف یا حکومت کی طرف سے سزا کا اندیشہ ان کو ارتکاب جرائم سے باز رکھتا ہے۔ بعض اشخاص اپنے کاروبار میں ایسے مصروف ومنہمک ہوتے ہیں کہ ان کو اسکا خیال نہیں آتا۔ بعض لوگوں کی طبیعتوں پر ابتدائی مذہبی تربیت کا کچھ اثر باقی ہوتا ہے اور یہ امور مانع ہوتے ہیں۔ اگر خواہش نفسانی ارتکاب رذیلہ پر آمادہ کرے اور اسکے اسباب بھی جمع ہوجائیں تو ایسی حالت میں سوائے اُس متدین شخص کے جس کے دل میں خدا کا خوف ہے یا اُس فیلسوف کے جس کا نفس عالی ہے کوئی شخص بھی پارسائی اور پاک دامنی کے اصول پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر فلاسفروں کی سیرت کو بہت سے رذائل سے ملوث پاتے ہیں

مملوئة بالرذائل الكثيرة ، وهذا
من معنى قولنا ان الفضيلة
القائمة على قواعد الدين تكون
عامة ينتفع بها جميع طبقات
البشر فى بداوتهم وحضارتهم
بقدر حظهم منها ، واما الفضيلة
العقلية النفعية المحضة فلا تكون
الا خاصة ببعض افرادهم الممتازين
على ما يعرض فيها من سوء التأويل

اضرب لكم مثلا رجلا فقيرا
بأسًا من بلدنا (القلمون) يكنى
ابا حطب كان يحمل الخضر والفاكهة
على ظهره ويصعد من بساتين
القلمون او طرابلس الشام الى
جبل لبنان ينتقل بها من قرية
الى قرية ليبيعها ويأكل من ربحها
شب وشاب على ذلك ، هذا
الرجل البائس وجد مرة فى
شارع من شوارع ميناء طرابلس
خال من الناس كيسًا كبيرًا مملوءً
بالنقود الذهبية (الليرات)

اور یہی معنی ہیں ہمارے اس قول کے کہ
جو فضیلت مذہب کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے
اسکا فائدہ ہر طبقہ و ہر درجہ کے اشخاص کے لیے
خواہ مہذب اور شایستہ ہوں یا غیر مہذب ہوں
عام ہوتا ہے لیکن وہ عقلی فضیلت جسکی بنیاد
محض فائدہ پر ہو اُس سے صرف بعض ممتاز
افراد مستفید ہوسکتے ہیں . بشرطیکہ اُس میں
تاویل کی گنجایش نہو ۔

میں آپکے سامنے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں
جو ہمارے شہر "قلموں" کے غریب اور مسکین
شخص کو جسکا نام ابوحطب تھا پیش آیا تھا
یہ شخص قلموں یا طرابلس شام کے باغوں سے میوے
اور سبز ترکاریاں اپنی پیٹھ پر لاد کر لیجاتا اور گانوں
در گانوں اُن کو بیچتا پھرتا تھا ۔ اور جو کچھ
اُس کو نفع ملتا اس سے اپنا پیٹ
پالتا تھا ۔ اسی کام میں اسکا لڑکپن اور
جوانی کا زمانہ بسر ہو کر بڑھاپا آگیا تھا ۔
ایک بار اس مسکین شخص نے طرابلس کی بندرگاہ
کسی بازار میں جو اسوقت آدمیوں سے خالی
تھا ایک تھیلی پڑی ہوئی پائی جو
اشرفیوں سے بھری ہوئی تھی

فتناوله ووضعه في سلة الخضر التي يحملها على ظهره وبقي يسير الهوينا على عادته الى ان رأى في الطريق رجلاً رومياً ملهوفاً يعدو ويصيح (خرب بيتي) فعرف الرجل المسكين بالقرينة انه صاحب الكيس فناداه وهو لا يلتفت اليه. "فقال يا خواجه تعال يا خواجه" فاقبل عليه الرومي فسأله ماذا ضاع لك؟ قال كيس من الذهب فيه كذا من مأت الليرات، فاخرج له الكيس وقال أهذا كيسك؟ قال نعم نعم قال خذه فاخذه الرومي ولم يعطه شيئاً. فسأله بعض الناس لماذا اعطيت هذا الرومي الخبيث الكيس وهو لم يعلم انه كان معك ولو اخذته لاغناك عن بيع الخضر طول عمرك، فقال اذا كان هو لم يعلم

اُس نے اُٹھاکر ترکاری کے ٹوکرے میں رکھ لی اور حسب معمول آہستگی کے ساتھ وہاں سے رُوانہ ہوا کچھ عرصہ کے بعد اُسنے ایک رُومی کو دیکھا جو مصیبت زدہ تھا اور جو دوڑتا اور چیختا ہوا جارہا تھا "میرا گھر لُٹ گیا" ابوحطب نے قرینہ سے معلوم کیا کہ تھیلی کا مالک یہی شخص ہے اُسکو آواز دی۔ رومی اسکی طرف التفات نہیں کرتا تھا۔ اُس نے پکارا "اے خواجہ ادہر آؤ" جب وہ قریب آیا تو اُس سے دریافت کیا کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے۔ رُومی نے کہا کہ ایک تھیلی کھوئی گئی ہے جس میں اس قدر اشرفیاں ہیں۔ مسکین ابوحطب نے وہ تھیلی اپنے ٹوکرے میں سے نکال کر کہا "کیا یہی تمہاری تھیلی ہے"؟ اُس نے کہا "ہاں" اُس نے کہا "لو" رومی نے وہ تھیلی لے لی اور اُس غریب کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تو نے اس خبیث رُومی کو تھیلی کیوں دیدی۔ اُسکو معلوم نہیں تھا کہ وہ تیرے پاس ہے۔ اگر تو وہ تھیلی رکھ لیتا تو تمام عمر ترکاری بیچنے کی مصیبت سے چھوٹ جاتا۔ ابوحطب نے جواب دیا کہ اگرچہ رومی کو معلوم نہ تھا

انني اخذت الكيس فان الله
علم بذلك وهو مطلع علي۔
هذا ما فعله البائس الفقير
"ابوحطب" بوازع الدين وهو
مطمأن القلب منشرح الصدر
أفرأيتم لو كان قد تلقي من بعض
الفلاسفة الماديين انه لا اله
ولا دين ولا حياة للناس بعد هذه
الحياة وان الامانة واجبة عقلا
لان الهيئة الاجتماعية لا تصلح
بدونها، اكان يعطي الكيس لذلك
الرومي واكثر هؤلاء الاروام
عندنا اشرار شرسون لا يحبهم
الناس ولا يرجون منهم خيرا؟
لا والله، بل لو وجده بعض
القضاة الماديين الذين عهد
اليهم اقامة ميزان العدل و
احقاق الحق لاكلوه فرحين
مستبشرين۔
اكتفي بهذا البيان الوجيز
في اثبات كون تربية النفس

کہ تھیلی میرے پاس ہے مگر خدا کو تو معلوم ہے اور
وہ میرے تمام اسرار پر مطلع ہے۔
مسکین ابوحطب نے صرف مذہب کے خیال اور
اثر سے نہایت اطمینان قلب کے ساتھ ایسا کیا،
اگر اس نے بدقسمتی سے یورپ کے ملحد حکیموں سے
یہ تعلیم پائی ہوتی کہ "نہ کوئی خدا ہے، نہ مذہب ہے،
اور نہ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے
اور یہ کہ امانت داری از روی عقل کے نہایت
ضروری ہے کیونکہ قوم کی صلاح بغیر اس کے نہیں ہو سکتی"
تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ رومی کو تھیلی دیدیتا۔
ہمارے ملک میں اکثر رومی شریر اور کج اخلاق ہوتے
ہیں، عوام الناس ان کو پسند نہیں کرتے اور
نہ ان سے نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ بلکہ اگر
یہ اشرفیوں کی تھیلی کسی ملحد جج کو مل گئی ہوتی
جن کے ذمہ عدل وانصاف کی میزان
کا قائم کرنا ہے تو نہایت خوشی کے
ساتھ بے تکلف اس کو ہضم
کر جاتے۔
میں اس امر کے ثبوت میں کہ
نفس کی تربیت فضیلت پر بغیر
مذہب کے نہیں ہو سکتی۔ اور یہ

علی الفضیلة لا تتم الا بالدین، و کون کل دین من الادیان اعون علیها من تلك الفلسفة الناقصة التی لا یمکن ان تکون عامة، وان کانت الخرافات والتقالید الوثنیة فی اکثر الادیان تنافی کثیرًا من الفضائل، وتکون مثار الکثیر من الرذائل۔

الفضیلة فی الاسلام وقاعدة درء المفاسد وجلب المصالح

ایها الاساتذة والطلاب الکرام۔ ان عذر من قال من علماء الافرنج بالرغبة عن التربیة الدینیة الی التربیة العلمیة هو انهم وجدوا فی الدین الذی نشأوا فیه وسائر الادیان التی عرفوها

کہ ہر ایک مذہب خواہ وہ کتنا ہی بودا ہو اس ناقص فلسفہ سے جو عام نہیں ہو سکتا زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔ صرف اس مختصر بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگرچہ اکثر مذاہب میں خرافات اور شرک و بت پرستی کی رسمیں کثیر فضائل کے منافی اور رذائل کی پیدا کرنے والی ہیں۔

فضیلت اسلام میں اور حصول منفعت و دفع مضرت کا قاعدہ

اے معزز اساتذہ و طالب علمو! یوروپ کے جو علماء دینی تربیت کو ترک کرکے علمی تربیت کو اختیار کرتے ہیں اُن کا عذر قابل سماعت ہے۔ کیونکہ جس مذہب میں ان کی نشو و نما ہوئی اور نیز جن مذاہب سے وہ واقف ہیں اُن میں ایسے بے شمار

خرافات كثيرة تضل العقل
وتحول بين البشر وبين كمال
الانتفاع بمواهبهم وما سخره
الله لهم من الكون، ونفسه
وجد انهم على قبول ما يضرهم
ولا ينفعهم، ولو عرف هؤلاء
العلماء حقيقة الدين الاسلامي
من كتاب الله تعالیٰ وسنة
رسوله التي جرى عليها لما قالوا
ذلك القول ولما ذهبوا الى ذلك
المذهب على الاطلاق۔

لو عرفوا الاسلام من
كتابه وسنته۔ لا من سيرة
اهله في هذه الازمنة۔ لوجد
في اصوله كل ما يرونه نافعًا
من تربية النشئ على اجتناب
الرذائل والمفاسد لضررها
والتزام الفضائل ومراعاة
المصالح لنفعها، فان بناء الاحكام
والاعمال على قاعدة درء المفاسد
والمضار وجلب المنافع ومراعاة

خرافات موجود ہیں جو انسانی عقول کو گمراہ
کرنے والے، اور انسان کو عطیات قدرت
اور کائنات کی ان چیزوں سے جو خدا
نے اُس کے لیے مسخر کی ہیں پوری طرح
فائدہ اُٹھانے سے باز رکھنے والی، اور
انسانی طبائع کو ایسی باتوں کے قبول کرنے پر
جو ان کے لیے مفید نہیں بلکہ مضر ہیں، مجبور
کرنے والی ہیں۔ ان علماے یورپ کو
اگر اسلام کی حقیقت جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہے معلوم ہوتی
تو وہ عام طور پر ایسا نہ کہتے اور نہ یہ مسلک اختیار
کرتے۔

اگر وہ اسلام کو کتاب اور سنت سے جانتے، نہ کہ
اہل اسلام کی سیرت سے جو اس زمانہ میں ہے۔ تو
انکو معلوم ہوجاتا کہ اس مذہب کے اصول میں وہ
تمام چیزیں موجود ہیں جن کو وہ بچوں کی تربیت
میں اجتناب رذائل اور اکتساب فضائل کیلیے
مفید سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں تمام احکام
اور اعمال کی بنیاد "حصول منفعت اور دفع مضرت"
کے قاعدہ پر ہے۔ جو ایک متفق علیہ
اور مسلّم قاعدہ ہے۔ اور

المصالح، من القواعد الاسلامية
المتفق عليها، ومن اصول ديننا
ان الله غني عن العلمين رحيم بهم
فما حرم عليهم شيئًا الا لانه
ضار بهم، ولا اوجب عليهم
شيئًا الا لانه نافع لهم «يُرِيْدُ اللّٰهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ»
وقال تعالى فيمن امن من اهل الكتاب
«اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ
الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ
يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ
يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ
اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ
عَلَيْهِمْ» وان المعروف هو ما عرفته
العقول القويمة، والطباع السليمة
والمنكر ما انكرته، والطيب ما
يطيب للناس لنفعه ولذته والخبيث
ضده، وقد ضبط بعض علمائنا
اشتات المنافع بخمس كليات

یہ بھی ہمارے مذہبی اصول میں ہے کہ خداوند تعالےٰ
تمام مخلوقات سے بے نیاز، اور ان پر رحم
کرنے والا ہے اُس نے کوئی چیز انسان کیلیے
حرام نہیں کی مگر یہ کہ وہ اسکے لیے مضر ہے۔
اور کوئی چیز اُس پر واجب نہیں کی مگر یہ کہ اسکے
لیے مفید ہے "خدا تمہارے واسطے آسانی کا
ارادہ کرتا ہے اور تمہاری دشواری کا ارادہ
نہیں کرتا" اور خداوند تعالیٰ نے اُن اہل کتاب
کی نسبت جو ایمان لائے فرمایا ہے۔ "جو لوگ اُس
رسول اور نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جسکا نام
وہ اپنے یہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے
ہیں وہ انکو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا
ہے اور پاک ستھری چیزیں انکے لیے حلال کرتا
اور نجس چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن کی
وہ بوجھ اور بیڑیاں جن میں وہ گرفتار تھے دور کرتا ہے"
اس آیۃ میں لفظ معروف کے معنی اُن چیزوں کے
ہیں جن سے عقل سلیم رغبت اور منکر جن سے
نفرت رکھتی ہو۔ اور طیب جو بوجہ اپنے فائدہ
لذت کے مرغوب ہو۔ اور خبیث جو اسکے برخلاف
ہو۔ ہمارے علما نے تمام اقسام منافع کو کلیات
خمس میں منضبط کیا ہے۔ اور

وهي حفظ الدين وحفظ النفس
(اى حفظ ذوات الناس ان
يعتدى عليها بالقتل او الايذاء)
وحفظ العقل وحفظ العرض و
حفظ المال۔

ان القرآن الحكيم قرن فرضية
العبادات المحضة ببيان منافعها۔
فقال تعالىٰ ,, وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ
الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ,,
اى ان الذى يقيم الصلوة علے
وجهها المطلوب تعلوا نفسه و
تزكوا بمناجاة الله وذكره وتلاوة
حكم القرآن وغيره، وتصيير رؤيته
تعالى ملكة له، حتى تنفر نفسه
من الفواحش والمنكرات، وقال
,, كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ,,
فبين ان الصيام يقصد به تربية
ملكة التقوى وهي ان يملك الانسان
نفسه وهواه فيسهل عليه اتقاء
ما يضره ويشينه في دينه ودنياه

وہ یہ ہیں (۱) حفظ دین (۲) حفظ نفس یعنی آدمیوں کی
جانیں قتل اور ایذا سے محفوظ ہوں (۳) حفظ عقل
(۴) حفظ آبرو (۵) حفظ مال۔

قرآن مجید میں اُن اعمال کی فرضیت کے ساتھ
جو محض عبادات ہیں ان کی منفعتوں کو بھی بیان
کیا گیا ہی۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہی "بے شک نماز
بے حیائی کے کاموں اور بُری باتوں سے روکتی ہی"
یعنی جو لوگ نماز کو اس طرح پر ادا کرتے ہیں جیسا
کہ اسکا حق ہی تو اُنکا نفس خدا کی یاد اور اُس کی
مناجات اور قرآن مجید کی تلاوت اور اسکی عبرتوں
کے باعث پاک اور بلند ہو جاتا ہی اور خدا کی
ذات ہر وقت اُنکے پیش نظر رہتی ہی اور اسلیے
فواحش اور منکرات سے ان کو نفرت ہو جاتی ہی۔
اور نیز فرماتا ہی "روزے تم پر فرض کیے گئے جیسا کہ
تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم
میں پرہیزگاری کی صفت پیدا ہو" اس آیت
میں بیان کیا گیا ہی کہ روزہ سے اتقا اور پرہیزگاری
کے ملکہ کی تربیت مقصود ہی۔ اور وہ یہ کہ انسان
اپنے نفس اور اپنی خواہشات کا مالک ہو
تاکہ اُس کے لیے اُن چیزوں سے بچنا آسان
ہو جو اسکو دینی یا دنیوی نقصان پہونچانے والی ہیں

وذلك ان من تعود ترك الشهوات التي لا يستغني عنها لحفظ شخصه وحفظ نوعه وهي الاغذية والوقاع يكون اقدر على منع نفسه عن غيرها من الشهوات والاهواء الضارة غير الضرورية، ومما جاء فيه عن الحج قوله ”لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ“ الخ واما الآيات في فوائد الزكوٰة وبذل المال في سبيل الله وهي سبيل الحق والخير فكثيرة فاذا كان هذا الكتاب الحكيم يعلل امهات العبادات ببيان منافعها وفوائدها فهل يأبى ان تعلل الاحكام الدنيوية والآداب الاجتماعية بالمنافع والفوائد؟ كلا انه ارشدنا اليها بمثل قوله ”اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ“، ومثل قوله ”وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

کیونکہ جو شخص اپنی ذات یا نوع کی حفاظت کی غرض سے ایسی خواہشات کے ترک کرنیکا عادی ہوگا جو ضروری اور لابدی ہیں مثلاً غذائیں اور مقاربت، تو ایسا شخص ان خواہشات کے ترک کرنے پر جو غیر ضروری ور مضر ہیں زیادہ ترقادر ہوگا حج کی بابت قرآن مجید میں آیا ہے۔ ”تاکہ حاضر ہوجائیں اپنے فائدوں کے لیے اور اللہ کا نام لیں چند معلوم دنوں میں“ زکوٰۃ اور خدا کی راہ میں جو نیکی اور حق کی راہ ہے۔ مال خرچ کرنے کی نسبت جو آیتیں قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں وہ بیشمار ہیں۔ پس جبکہ قرآن مجید محض عبادات کو انکے فوائد اور منافع کے ساتھ بیان کرتا ہے تو کیا وہ دنیوی احکام اور تمدنی آداب میں جو علتیں اور حکمتیں مضمر ہیں اُن کو بیان نہیں کریگا۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بلاشبہ اُس نے ہم کو ان کی طرف رہنمائی کی ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے ”برائی کو دفع کرو ایسی خصلت سے جو بہت بہتر ہو پس ناگاہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اُس میں دشمنی ہے گویا دوست ہے رشتہ دار“ اور نیز فرمایا ہے۔ ”اگر نہو دفع کرنا اللہ کا آدمیوں کو بعض کو بعض کے ذریعے سے

بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ،،

ایھا الاخوۃ الکرام!

لا یمکننی فی ھذا الوقت القصیر ان اطیل الشواھد علی موافقۃ اصول الاسلام وفروعہ للعقل والفطرۃ البشریۃ ومصالح الناس ومنافعھم وانما اقول انی مستعد لاقامۃ الحجۃ علی کل من یدعی خلاف ذلک فمن عرضت لہ شبھۃ فیہ فلیوردھا علیّ فی حال القرب، ولیکتبھا الی فی حال البعد، وانا زعیم ان شاء اللّٰہ تعالیٰ بکشفھا واقناعہ فیھا، اذا کان طالبًا للحقیقۃ بالاخلاص وقد جربت ھذا مع کثیر من المشرقیین والغربیین۔

کان لی صاحب فی مصر من احرار الانکلیز اسمہ متشل انس کان وکیلا لنظارۃ المالیۃ، وقد جری بیننا مذاکرات کثیرۃ فی المسائل الدینیۃ

تو تباہ ہو جائے ملک "

برادرانِ کرام!

اس تنگ وقت میں میرے لیے یہ بات ناممکن ہے کہ میں اس امر کے ثبوت میں کہ اسلام کے اصول و فروع انسانی عقل و فطرۃ اور انسانی مصلحتوں اور منفعتوں پر پوری طرح منطبق ہیں، زیادہ شواہد پیش کر سکوں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جو شخص اسکے خلاف دعویٰ کرتا ہے میں اُس پر حجت قائم کرنیکے لیے تیار ہوں۔ اگر کسی کے دل میں کوئی شبہ ہو تو قرب کی حالت میں میرے سامنے بیان کرے اور بُعد کی حالت میں مجکو لکھ بھیجے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اُس شبہ کو حل کر دینے اور اُس کو مطمئن کر دینے کا ذمہ دار ہونگا۔ بشرطیکہ سائل اخلاص کے ساتھ حق کا متلاشی ہو۔ بہت سے اہل مشرق و اہل مغرب کے ساتھ میں اس کا تجربہ کر چکا ہوں۔

قاہرہ میں ایک آزاد خیال انگریز میرا دوست تھا جسکا نام مثل انس اور جو صیغہ مال کا افسر اعلیٰ تھا ہمارے درمیان دینی اور دنیوی مسائل میں کثیر بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ

وغيرها وكان كثيرا ما يعترض
على بعض المسائل الدينية في الاسلام
او في كل دين وكنت اذا ابينت له
حقيقة الاسلام فيها تعجب يقول
لي تارة "هذه فلسفة لا دين"
وتارة "هذا رأيك وفلسفتك
ما هو الاسلام"، وقال لي مرة
"اذا كان هذا هو الاسلام فانا
مسلم"، ومرة اخرى "اما ان
اكون انا مسلما واما ان تكون
انت كافرا"، ومرة ثالثة "ما
اسمع مثل هذا الكلام المعقول
عن الاسلام الا منك او من الشيخ
محمد عبده افلا يوجد مسلمون
غيركما"، ومرة رابعة "ارأيت
اذا سألت عن هذا البعض علماء
الازهر أيقول هذا الذي قلته؟
اذا قال هذا علماء الازهر فانا
اكون مسلما"

انني بهذه التجارب وبما
اعلم من حقيقة الاسلام وموافقته

وہ اکثر مجھ سے اسلام یا دیگر مذاہب کے مسائل
کی نسبت اعتراض کیا کرتا تھا۔ اور جب میں مسئلہ
زیر بحث کے متعلق اسلام کی حقیقت اُسکے
سامنے بیان کرتا تو وہ تعجب کرتا اور کہتا "
یہ تو فلسفہ ہی مذہب نہیں ہی" کبھی کہتا کہ "
یہ تمہاری راے اور تمہارا فلسفہ ہی یہ اسلام
نہیں ہی" ایک بار اُس نے مجھ سے کہا کہ "اگر
یہی اسلام ہی تو میں مسلمان ہوں" ایک بار اُس نے
کہا کہ "یا تو میں مسلمان ہوں یا تم کافر ہو" ایکبار
اُس نے کہا کہ "اسلام کی نسبت ایسی معقول
باتیں سوائے تمہارے اور شیخ محمد عبدہ
کے کسی شخص کی زبان سے نہیں سُنتا۔
کیا تمہارے دونوں کے سوا کوئی مسلمان
نہیں ہے" ایک بار وہ کہنے لگا کہ "
اگر میں علماے ازہر سے یہ سوال پوچھوں
تو کیا وہ بھی یہی جواب دینگے جو تم کہتے ہو۔
اگر علماے ازہر بھی یہی کہیں گے تو میں
مسلمان ہو جاؤنگا"

میں اس قسم کے تجربوں کی بنا پر اور نیز
جو کچھ مجکو اسلام کی حقیقت اور
انسانی فطرت کے ساتھ اس کی

لفطرة البشر، ومصالحهم ومن
حاجتهم الى الدين بمقتضى فطرتهم،
وبما في القرآن من الوعود الصادقة
بهذا كله اعتقد ان الاسلام
سينتشر في جميع الامم الغربية
والشرقية، وما حجب امم الحضارة
عن محاسن الاسلام الا سوء حال
المسلمين والجهل بحقيقته وتنفير
دعاة الدين ورجال السياسة
عنه وعن اهله۔

انا نحن المسلمين قد صرنا
حجة على ديننا بما فشا فينا من
البدع والخرافات ولو كنا
مستمسكين بعروته، محافظين
على سنته، لعم الخافقين،
فان انتشاره السريع في العصر
الاول لم يكن الا بحسن حال
اهله وفضائلهم واعمالهم
كما اشرنا الى ذلك في الكلام
على نشأة الاسلام وفصلنا
بعض التفصيل في خطبتنا الختامية

مطابقت معلوم ہو اور یہ کہ انسان کے لیے
بمقتضائے اس کی فطرت کے مذہب کی
ضرورت ہے اور نیز قرآن مجید میں جو سچے وعدے
اسکے متعلق موجود ہیں۔ ان تمام امور کی
بنا پر میرا یہ اعتقاد ہے کہ مذہب اسلام دنیا کی
تمام مشرقی اور مغربی قوموں میں عنقریب
پھیل جائیگا۔ اسلام کی خوبیوں سے دنیا
کی شایستہ قومیں ابتک صرف اس لیے
ناواقف ہیں کہ مسلمانوں کی خستہ حالی اور
جہالت اپنے مذہب کی حقیقت سے اُن
قوموں کو ادہر توجہ نہیں کرنے دیتی اور نیز
انکا مذہبی ور سیاسی گروہ اسلام اور مسلمانوں سے
اُن کو نفرت دلاتا رہتا ہے۔

ہم مسلمانوں کا وجود بوجہ ان بدعات وخرافات
کے جو ہم میں شائع ہیں۔ ہمارے مذہب کے
بطلان کے لیے حجت ہو رہا ہے۔ اگر ہم اسلام
کے اُصول پر قائم رہتے اور اُسکے اداب کی حفاظت
کرتے تو بلاشبہ تمام دنیا میں پھیل جاتا۔ ابتدائی زمانہ میں
جس سرعت کیساتھ اسلام کی اشاعت ہوئی وہ مسلمانوں
کی خوشحالی اور اُنکے فضائل اور اُنکے اعمال کی وجہ سے تھی
جیسا کہ ہم نشاۃ اسلام کی بحث میں اسکی طرف اشارہ کر چکے
ہیں اور اجلاس ندوۃ العلماء کی اختتامی تقریر میں کسی قدر تف

لاحتفال جمعية ندوة العلماء، وقد وصلنا الى درجة من الانحطاط صار فيها الوثنيون في هذه البلاد ارقى من المسلمين علماً وعملاً واتحاداً، هؤلاء الذين لا يزال الملايين منهم يسيرون في الاسواق والشوارع مكشوفي العورات عراة الاجسام حفاة الاقدام، موسومي الجباه باصباغ الاصنام، بل هؤلاء الذين يعبدون الاحجار والاوثان والاشجار والقرود يطمعون في ادخال المسلمين في دينهم وقد صاروا يتصدون الى دعوتهم، وقد بلغني هنا انه دخل في دينهم طائفة ممن يعدون من المسلمين، وان لم يكونوا منهم الا في الاحكام الرسمية، والاحصاءات الجغرافية، ولا يوجد شعب اسلامي محتاج في حياته

تفصیل کے ساتھ اس مضمون کو بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم تنزل اور انحطاط کے اس قدر پست درجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ ہماری نسبت اس ملک کے بت پرست بھی علم میں عمل میں باہمی اتحاد و اتفاق میں ہم سے فائق اور ترقی یافتہ ہیں۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ وہ بت پرست جن میں آجتک لاکھوں کروڑوں آدمی ننگے بدن ننگے پاؤں آگا پیچھا کھلا ہوا۔ ماتھے پر بتوں کے رنگ کا ٹیکا لگا ہوا بازاروں میں پڑے پھرتے ہیں۔ اور جو پتھروں، دیوتاؤں، درختوں اور بندروں کی پرستش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی طمع کرنے لگے ہیں اور اُن کو دعوت دینے کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ مجکو یہ اطلاع پہونچی ہے کہ کچھ نام کے مسلمان جو صرف رسمی احکام اور مردم شماری کے نقشوں میں مسلمان تھے اُنکے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں۔ کسی اسلامی گروہ کو اپنی سیاسی اور تمدنی زندگی میں مذہب

کی اسقدر ضرورت نہیں ہی جسقدر کہ مسلمانان ہندوستان کو ہی کیونکہ اگر وہ اپنے ملک میں اسلام کو زندہ کرینگے تو بت پرستوں کی کثرت قلت سے اور مسلمانوں کی قلت کثرت سے مبدل ہوجائیگی۔ اور عزت اسی کو ملتی ہی جسکی تعداد کثیر ہو، جیساکہ عربی شاعر نے کہا ہی

مگر تم کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ جبتک قرآن مجید کی ہدایت کو زندہ نہ کیا جائے اسلام کی زندگی ناممکن ہی۔ اور قرآن مجید کی ہدایت کا زندہ کرنا عربی زبان کے زندہ کرنے پر منحصر ہی۔

یہ تمہاری خوش قسمتی ہی کہ تمہارے ملک کی گورنمنٹ تمہاری مذہبی زبان کے زندہ کرنے کی طرف راغب ہے پس اگر اسمیں کوتاہی کروگے تو تمہارے لیے کوئی عذر نہیں ہوسکتا۔ تمہارا فرض ہی کہ تم اس مدرسہ میں جو ہندوستان کا سب سے بڑا اسلامی دارالعلوم ہی عربی زبان کو زندہ کرو۔ تم کو لازم ہی کہ تم جس طرح تکلم اور قرءت وکتابت کے ذریعہ سے انگریزی زبان کی تعلیم دیتے ہو اسی طرح عربی زبان کی تعلیم دو۔ اگر تم اپنی دنیوی ضرورتوں کی وجہ سے انگریزی زبان کے محتاج ہو تو تم کو دینی اور دنیوی دونوں قسم کی ضرورتوں کی وجہ سے عربی زبان کی

السياسية والاجتماعية الى الدين كاحتياج مسلمي الهند، فانهم اذا أحيوا الاسلام فيما بينهم تعود كثرة الوثنيين الى قلة وقلة المسلمين الى كثرة، "وانما العزة للكاثر"، كما قال الشاعر العربي

"هذا وانه لاحياة للاسلام الا باحياء هداية القرآن، ولا تحيا هداية القرآن الا باحياء اللغة العربية"

ومن حسن حظكم، ان حكومتكم راغبة في احياء لغة دينكم، فاذا قصرتم فيها فلا عذر لكم، عليكم ان تحيوها في هذه المدرسة التي هي اكبر المدارس الاسلامية في الهند، عليكم ان تعلموها كما تعلمون اللغة الانكليزية بالتكلم والكتابة والقراءة، اذا كنتم محتاجين الى اللغة الانكليزية لاجل دنياكم، فانتم محتاجون الى اللغة العربية لاجل دينكم

ودنياكم، فالحيوة الصورية المادية لا تقوم وتثبت وتنمي الا بالحيوة الادبية المعنوية، و الاهمان الوثنيين قد سبقوكم في جميع العلوم والاعمال الدنيوية وهم اكثر منكم عددًا، واوفر مددًا، فلم يبق امامكم الا قوة دينكم تبلغون بها ما تريدون في دنياكم واخرتكم، لانها قوة الحق والخير وهي اكبر قوة في الكون۔

العزيمة وتربية الارادة

اشرت في سابق كلامي الى ما يجب من تربية الارادة، واحكام ملكة العزيمة، وهذا النوع من التربية هو العزيز النادر الذي يقل فينا من يفكر فيه، وفي الحاجة الشديدة اليه، وقد رأيتني مضطرًا

حاجت ہے کیونکہ ظاہری اور مادی زندگی بغیر علمی اور روحانی زندگی کے نہ قائم رہتی ہے اور نہ اُس میں نشوونما ہوتی ہے۔ ہندوستان کے بت پرست تمام دنیوی علوم وفنون اور کاروبار میں تم سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کی تعداد تم سے بہت زیادہ ہے۔ وہ تم سے زیادہ دولتمند ہیں اب تمہارے پاس سوائے دینی قوت کے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ اُسی کے ذریعہ سے تم دنیوی اور آخروی سعادت وفلاح حاصل کر سکتے ہو۔ کیونکہ وہ حق اور خیر کی قوت ہے اور یہ دنیا میں سب سے زیادہ زبردست قوت ہے۔

عزم اور تربیتِ ارادہ

میں اپنے گزشتہ بیان میں تربیت ارادہ اور ملکۂ عزم کو مستحکم کرنے کی ضرورت کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ تربیت کی یہ قسم نہایت ہی کمیاب ہے اور ہماری قوم میں بہت کم لوگ ہیں جو اس کے متعلق غور وفکر کرتے اور اس کی سخت ضرورت کو سمجھتے ہیں۔ اب میں ہونہار طالب علموں کے سامنے ان فرائض اور واجبات

الى التنويه به بعد تذكير الطلبة
النجباء بالواجبات التي تطالبهم
بها امتهم وملتهم، فان ضعيف
الارادة يستكبر هذه الواجبات
حتى يعدها من المحال، الذي
لا يدرك ولا ينال، واما قوي
الارادة فانه يراها من اقرب
الامور منالا، واسهلها طريقا،
وهو لا يأبى ركوب الصعاب
واقتحام العقاب، في المهامه
الطامية الاعلام، البعيدة الارجاء
اذا ظن انه يدرك بها الامل
وينال الرجاء -

ايها الطلبة النجباء! لا يتفاضل
الناس في شيء تظهر به مزاياهم
كتفاضلهم في قوة الارادة، وما
اتى الله الانسان قوة يعلو بها
شأنه، ويظهر بها استعداده،
كقوة الارادة، بقوة الارادة
تصرف الانسان في الطبيعة
وسخر لمنافعه انواع الخليقة، و

کی یاد دہانی کے بعد جنکا مطالبہ ہماری قوم ان سے
کر رہی ہے۔ اس تربیت کی نسبت چند الفاظ
کہنے کے لیے اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔ کیونکہ
ضعیف الارادہ اشخاص ان واجبات کو نہایت
دشوار بلکہ ناممکن الحصول خیال کرینگے۔ مگر جسکا
ارادہ قوی ہے وہ ان کو نہایت آسان اور بالکل سہل
اور قریب الحصول سمجھے گا۔ اور ایسا اولوالعزم
شخص سختیوں کے جھیلنے مشقتوں کے برداشت
کرنے اور سنسان اور ناپیدا کنار بیابانوں کو
طے کرنے میں ہرگز پس و پیش نہیں کرے گا
بشرطیکہ اس کو اس طرح پر اپنے حصول مقصد
کی امید ہو گی۔

اے ہونہار طالب علمو! افراد انسان کی باہمی
فضیلت کا کوئی معیار جس سے ان کے مراتب
کمال کا اظہار ہوتا ہو۔ قوت ارادہ سے بڑھ کر
نہیں ہو سکتا۔ خدا نے انسان کو کوئی قوت اسکی
شان کو اوج و رفعت دینے والی اور اسکی استعداد
کو ظاہر کرنے والی مثل قوت ارادہ کے عطا
نہیں فرمائی۔ اسی قوت کی بدولت انسان نیچر
میں تصرف کرتا اور اقسام مخلوقات کو اپنی
منفعتوں کے لیے مسخر کرتا ہے۔ اور

عمل بعض افرادہ من الاعمال ما لا تعمله الامم فی الاجیال، و قد عبر بعض کبار الصوفیة عن سر الله الاعظم فی ارادة الانسان بکلمة کبیرة جدًا قد یستنکر ظاهرها و یعد اساءة ادب مع الباری عز وجل ولکن هذا ان عد من لوازم الکلمة فهو لیس مراد المن قالها، تلك الکلمة الکبیرة هي قوله «ان لله عباد(1) اذا ارادوا اراد» یعنی ان اصحاب الارادة اذا اجزموا ارادتهم بان کذا لا بد ان یکون فان ذلك یکون سببًا کافیًا لان یکون تعلق ارادة الله تعالی به، بحسب سنته فی خلقه فکان ارادتهم شعبة من الارادة الالٰهیة، اولئك اصحاب.

(1) روینا الکلمة بالسکون لاجل السجع وهو موافق للغة ربیعة ولکن القیاس ان یقول «عبادا» ویصح ان یقول حینئذ «ارادا» فی السجعة الثانیة۔

اسی کی بدولت بعض اولوالعزم افراد نے ایسے کام انجام دیئے ہیں جنکو قومیں صدیوں میں بھی نہیں کرسکتیں۔ ایک بہت بڑے صوفی نے خداوند تعالیٰ کے اس عظیم الشان راز کو جو انسان کے ارادہ میں مخفی ہے ایک نہایت مہتم بالشان جملہ میں بیان کیا ہے جسکی ظاہری شکل و صورت شاید قابل اعتراض اور خداوند عالم کی جناب میں گستاخی اور سوء ادبی سمجھی جائے۔ لیکن اگر یہ مفہوم اس جملے کے لوازم میں شمار کیا جائے تاہم قائل کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے وہ مہتم بالشان جملہ یہ ہے۔ "بلاشبہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ جب وہ ارادہ کرتے ہیں تو خدا بھی ارادہ کرتا ہے[1]"۔ یعنی صاحبان ارادہ جب کسی کام کی نسبت اپنا ارادہ پختہ کر لیتے ہیں کہ وہ ایسا ہونا چاہیے تو انکا یہ ارادہ اس کام کے اسی طرح ہونے اور حسب قوانین فطرت خدا کا ارادہ اس سے متعلق ہونیکے لیے کافی سبب بنجاتا ہے بس گویا کہ ان کا ارادہ خدا کے ارادہ کا ایک شعبہ ہے۔ یہی وہ اولوالعزم لوگ ہیں جنکے

[1] اس جملہ میں ہم نے لفظ عباد کو سکون کے ساتھ روایت کیا ہے جو قبیلہ ربیعہ کے محاورے کے مطابق ہے لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ عبادا کہا جائے اور اس صورت میں سجع کی رعایت سے ارادا پڑھنا چاہیے۔

العز انهم الذين تشهد لهم اعمالهم العظيمة ولا شهادة ابلغ من شهادة الاعمال.

ايها الشبان النجباء! اعلموا ان من فقد ارادته فقد نفسه، وكان آلة في يد غيره او تابعًا لهوى نفسه، ولا يمكن ان يكون رجلاً عظيمًا، ربوا ارادتكم بحملها على ترك الهوى الباطل، وتعويدها حمل المكاره في سبيل الحق والخير لتكونوا مالكين لانفسكم لا مملوكين لها، ومن كان عاجزًا عن التصرف في نفسه، فهو جدير بان يكون اعجز عن غيره، ضعيف الارادة لا يكون الا جبانًا، والجبان لا يكون الا خائنًا او منافقًا، فعليكم بالشجاعة والعزيمة، والنجدة وعلو الهمة، فبغير هذه الصفات لا تظهر مزايا الانسانية فيكم.

لا تهولنكم الواجبات التي تطلبها الامة منكم فان الارادة

عظیم الشان اعمال انکے کمالات کی شہادت دے رہے ہیں۔ اور اعمال کی شہادت سے زیادہ بلیغ کوئی شہادت نہیں ہوسکتی۔

اے ہونہار نوجوانو! تم کو معلوم رہنا چاہیے کہ جسنے اپنا ارادہ کھودیا اُس نے اپنی ذات کو کھودیا۔ ایسا شخص دوسروں کے ہاتھوں میں مثل کٹھ پتلی رہیگا یا اپنی خواہش کا غلام ہوگا۔ ناممکن ہے کہ وہ کبھی بڑا آدمی بنجاسے۔ تم کو لازم ہے کہ باطل خواہشات کے ترک کرنے اور حقانیت اور نیکی کی راہ میں صعوبتیں برداشت کرنے پر اپنے ارادہ کی تربیت کرو۔ تاکہ تم اپنے نفس کے مالک رہو اور اُسکے غلام نہ بنجاؤ۔ جو شخص اپنے نفس میں تصرف کرنے سے عاجز ہوگا اسکو کسی دوسری چیز پر کیونکر قابو حاصل ہوسکتا ہے۔ ہر ایک ضعیف الارادہ کمینہ اور بزدل ہوتا ہے اور یہ ضروری بات ہے کہ بزدل یا تو خائن ہوگا یا منافق ہوگا۔ تم کو بہادری اولوالعزمی دلیری اور عالی ہمتی اختیار کرنی چاہیے۔ ان صفات کے بغیر تمہاری ذات میں انسانی فضائل وکمالات کے جوہر ہرگز نمایاں نہونگے۔

تم کو ان عظیم الشان فرائض اور واجبات سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہیے جن کا مطالبہ تمہاری قوم تم سے کررہی ہے۔ کیونکہ سچا ارادہ

الصادقة لا يقف امامها شيءٌ
الارادة الصادقة اعظم قوة
خلقها الله في هذه الارض،
فلا تغفلوا عن تربيتها في
انفسكم والاستفادة منها
في بلادكم، وقل من صدقت
ارادته في طلب شيء ولم ينله
اللهم اذا طلبه من اسبابه،
ودخل عليه من بابه، ان
مدرستكم هذه شاهدة
اصدق الشواهد على صحة
ما اقول، فانتم تعلمون
ان مؤسسها، السيد احمد خان
رحمه الله تعالى قد صادف
في سبيلها المصاعب، واحتمل
المتاعب، ولولا قوة ارادته
وثباته لقضي عليها في طفولتها
فهو بما كان عنده من العزيمة
والثبات قد غالب المصاعب
وصارعها حتى غلبها وصرعها،
ووصلت المدرسة الى الدرجة

ایسا ہے جس کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔
سچا ارادہ سب سے بڑی زبردست قوت ہے جو
خداوند تعالیٰ نے اس زمین پر پیدا کی ہے۔ تم کو
اس کی تربیت سے غافل نہ رہنا چاہیے اور اپنے
ملک میں اُس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش
کرنی چاہیے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہو سکتا
ہے کہ سچا ارادہ کرنے والا کسی چیز کی تلاش میں
ناکامیاب رہا ہو۔ بشرطیکہ وہ ان اسباب
اور وسائل کو اختیار کرے جو اسکے حاصل کرنیکے
لیے ضروری ہیں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسکی
صحت پر تمہارے اس مدرسہ کا وجود نہایت
سچی شہادت دے رہا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ اس
مدرسے کے بانی سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ نے
اس کی راہ میں کیا کیا مصیبتیں اُٹھائیں اور
کس قدر تکلیفات برداشت کی ہیں۔ اگر
ان کی قوت ارادہ اور ثابت قدمی نہ ہوتی
تو یہ مدرسہ اپنے عالم طفولیت ہی میں رحلت
کر جاتا۔ لیکن اس کے بانی نے نہایت
عزم اور استقلال کے ساتھ تمام مشکلات
کا مقابلہ کیا اور ان پر غالب آیا اور یہ مدرسہ وسعت
اور عظمت کے اُس درجہ پر پہونچ گیا ہے

التي ترونها من السعة والعظمة ويرجى لها المزيد، فهل كان يخطر مثل هذا في بال احد من الجبناء اصحاب الارادة المريضة في طور تأسيس هذه المدرسة، ولو قصد السيد احمد خان ما هو اعلى من ذلك واعم فائدة لناله بقوة الارادة، وقد علمتم ان المدرسة انشئت لغرض لا بد للمسلمين في الهند منه فكانت الطريق الموصل اليه، وان هذا الغرض ليس هو كل المطلوب لامة مثل امتكم هي في بلادكم على خطر اجتماعي واقتصادي بسبق الوثنيين لكم في العلم والثروة والاتحاد على كثرتهم وقلتكم.

اني كررت النذر وردت الذكري عسى ان تسموا باصحاب الاستعداد همتهم الى تربية نفسهم، واعدادها للخدمة امتهم وملتهم وعدم الرضا لها بالضعة والخمول

جسکو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو - اور مزید ترقی اور کامیابی کی امید ہے - کیا مدرسہ کے قائم کرنے کے وقت اس عظمت اور وسعت کا خیال کسی بزدل اور ضعیف الارادہ شخص کے دل میں گزر سکتا تھا؟ اگر سر سید احمد خاں مرحوم مغفور اس سے زیادہ اعلیٰ اور عام المنفعت کام کا ارادہ کرتے تو اس میں بھی اپنی قوۃ ارادہ کے ذریعہ سے کامیاب ہوتے۔ تم کو معلوم ہے کہ یہ مدرسہ ایک خاص مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے جو مسلمانان ہندوستان کے لیے ضروری ہے، اور اس مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے مگر ایک ایسی قوم کے لیے جیسی کہ تمہاری قوم ہے جو اس ملک میں تعداد کی کمی بیشی کے علاوہ علم اور دولت اور اتحاد میں ہندوؤں کے زیادہ ترقی کر جانیکی وجہ سے اقتصادی اور اجتماعی خطرات میں محصور ہے، صرف یہی ایک مقصد نہیں ہے بلکہ اور بھی اغراض و مقاصد ہیں۔

میں نے عبرتوں اور نصیحتوں کو اس امید پر بار بار دہرایا ہے کہ شاید صاحبان استعداد اپنی ہمتوں کو اپنے نفوس کی تربیت میں مصروف کریں۔ اور پستی اور گمنامی سے نکل کر

والقناعة بترفيه هذا الجسد الحيواني باللباس والقوت، كونوا قدوة صالحة لامتكم بالفضيلة والتقوى والمحافظة على شعائر الدين وفرائضه، كونوا مستقلين في عقولكم وافكاركم، مستقلين في ارادتكم، بحيث لا تخافون في سبيل الحق والمصلحة لومة لائم، واياكم والتقاليد والبدع الغربية التي تبعد اهل ملتكم عنكم وتبعدكم عنها، كونوا مجتمعين لا مفرقين، كونوا مرغبين للامة في العلوم العصرية التي تنمي الثروة وترقي جميع مرافق البشر ومنافعهم ولا تكونوا بسيرتكم الشخصية منفرين لهم منها، ان المسلمين في بلادكم كما انقسموا في كل بلاد دخل فيها التعليم الاوربي الى ثلاثة اقسام قسم فتن بالجديد فمقت كل القديم وقسم جمد على القديم فهو ينفر من كل جديد، وقسم معتدل بينهما

اور صرف اس حیوانی جسم کی ضروریات مثلاً غذا و لباس کے مہیا کرنے پر قناعت نہ کرکے اپنی امت اور ملت کی خدمت کے لیے آمادہ ہوں۔ تم کو فضیلت اور پرہیزگاری اور دینی فرائض ادر اداب کی پابندی کرنے میں اپنی قوم کے لیے نیک نمونہ بنا چاہیے۔ تمہاری عقول میں استقلال اور تمہارے خیالات اور ارادوں میں پختگی اسقدر ہونی چاہیے کہ حقانیت اور قومی مصلحت کی راہ میں تم کو کسی کی ملامت کی پروا نہو۔ تم کو یورپین فیشن اور مغربی بدعتوں سے جو تم کو قوم سے اور قوم کو تم سے جدا کرنے والی ہیں احتراز کرنا چاہیے تم کو مجتمع ہونا اور تفرقہ نہ ڈالنا چاہیے تم کو جدید علوم و فنون کی طرف جو دولت ثروت کو بڑھانیوالے اور تمام انسانی فوائد و منافع کو ترقی دینے والے ہیں اپنی قوم کو ترغیب دینا چاہیے۔ اور اپنی سیرۃ کا برا نمونہ پیش کرکے ان علوم و فنون سے قوم کو نفرت نہیں دلانا چاہیے۔ ہندوستان کے مسلمان بھی مثل اور تمام ممالک کے جہاں یورپین تعلیم داخل ہوئی تین جماعتوں میں منقسم ہوگئے ہیں۔ ایک گروہ جدید یورپین فیشن کا دلدادہ اور اولڈ فیشن کی ہر ایک چیز سے نفرت کرتا ہے۔ اسکے برخلاف دوسرا گروہ قدامت پرستی پر منجمد اور ہر ایک جدید چیز سے متنفر ہے

يأمر بالمحافظة على القديم النافع وترك الضار منه بالتدريج واضافة ما لابد منه من الجديد بشرط حفظ مقومات الامة ومشخصاتها، والحذر من فنائها في غيرها، فكونوا من المعتدلين الجامعين فانتم في قومكم اعرف من غيركم بالحاجة الى هذا الجمع، وخطر الخلاف والتفرق، واما مكم الامة الانكليزية في سيرتها واخلاقها عبرة لكم لا تضاهيها عبرة، انها لا تترك شيئا من عاداتها ولا تقاليدها ولو الى احسن منه الا اذا اضطرت اليه فانه تأتيه بالتدريج والا اصرت عليه كما تصر على مقاييسها ومكاييلها ولا تتركها الى المقاييس والمكاييل التي هي خير منها، و العاقل من اعتبر بغيره والله الموفق واياه اسأل ان يتم النفع بكم لا منكم انه سميع مجيب۔

تم بقلم احقر العباد ابا محمد يحيى الساكن في عليگڑھ

ان دونوں کے درمیان ایک معتدل جماعت ہے جو زمانہ قدیم کے مفید چیزوں کو باقی رکھنے اور مضر چیزوں کو بتدریج ترک کرنے اور نئی باتیں جو ضروری اور لابدی ہیں انکے اختیار کرنے کا مشورہ دیتی ہے بشرطیکہ قومی امتیازات اور خصوصیات کی حفاظت کیجائے۔ اور قوم کو دوسری قوموں میں جذب ہونے سے بچایا جائے۔ تم کو اس معتدل جماعت میں ہونا چاہیے جو قدیم وجدید کو جمع کرنے والی ہے اس جمع کرنے کی ضرورت اور نیز قومی تفرقہ و اختلاف کے خطرات سے تم اپنی قوم میں سب سے زیادہ واقف ہو۔ تمہارے سامنے انگریزی قوم باعتبار اپنے اخلاق اور اپنی سیرت کے عبرت کا ایسا نمونہ موجود ہے جسکے برابر کوئی عبرت نہیں ہوسکتی۔ وہ اپنی کسی عادت اور کسی رسم و رواج کو بہتر عادت اور رواج سے بھی تبدیل نہیں کرتی مگر جبکہ اس تبدیلی پر وہ مجبور ہو۔ ایسی حالت میں بتدریج اسکو بدلتی ہے۔ ورنہ اُسپر قائم رہتی ہے جیساکہ اپنے اوزان اور پیمانوں پر قائم ہے۔ انکو چھوڑکر اُنسے بہتر اوزان اور پیمانے اختیار نہیں کرتی۔ عاقل وہی ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔ اور خداوند تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور میں اُسی کی جناب میں دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری ذات سے تمہاری قوم کو نفع پہونچا دے، بیشک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ آمین ثم آمین۔

تقریر

حضرۃ السید الامام حکیم الاسلام السید محمد رشید رضا

مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند میں

حضرات علماء کرام!

میں آپ کی اس حسن ضیافت اور مہمان نوازی اور عزت افزائی کا (جو آپنے میری کی ہے اور جو میری حیثیت سے بہت زیادہ ہے) صدق دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز جو عظیم الشان اور گراں بہا خدمات آپ علم اور دین کی انجام دے رہے ہیں اُنکے لحاظ سے آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں مجھے اس مدرسہ کو دیکھکر بڑی مسرت حاصل ہوئی حضرات علمائے کرام میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں اس مدرسہ کو نہ دیکھتا تو میں ہندوستان سے نہایت غمگین جاتا۔ ہندوستان میں اگر اس مدرسہ کی نسبت جو کچھ میں نے اب تک سنا تھا اُس سے بہت زیادہ پایا شیخ اور شیوخ نے جو اصول میرے سامنے بیان کیے ہیں اور جو مسلک اپنے مشائخ کا مجھے تبلایا ہے، میں اسکو پسند کرتا ہوں اور اس سے متفق ہوں میں یہاں آنے سے پہلے یہ خیال کرتا تھا کہ دیوبند میں خاص فقہ حنفی کی تعلیم ہوتی ہے اور فقہ حنفی اگر اسپر عمل کیا جاوے تو بلا شبہہ کافی و وافی ہے، لیکن "استاد" نے بیان کیا کہ یہ مدرسہ ابھی اصلاح کا محتاج ہے اور یہ کہ یہاں کے

اساتذہ اصلاح کی طرف مائل ہیں۔

حضرات! اس زمانہ میں اصلاح طریقہ تعلیم اور اشاعت اسلام مسلمانوں کی ضروریات میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہیں۔ یہ امر معلوم کر کے مجھے خوشی ہوئی کہ آپ انکی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہیں اور انکی طرف توجہ فرمارہے ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ آپ انکی طرف پوری توجہ مبذول فرمائینگے۔

مجھے نہایت تعجب تھا کہ قدیم زمانہ کا یونانی فلسفہ (جو اب تقویم پارینہ ہوکر محض بیکار ہوگیا ہے، اور کوئی کام دین اور دنیا کا اس سے متعلق نہیں) ہندوستان کے اسلامی مدارس میں کیوں اب تک پڑھایا جاتا ہے، اور اسکے درس و تدریس میں کیوں اوقات ضائع کی جاتی ہے۔ لیکن مجھکو معلوم ہوا کہ جو مناظرات اہل سنت والجماعت کے شیعوں سے ہوتے ہیں اُن میں اس فلسفہ کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے!!! مگر الحمدللہ کہ یہ ضرورت محض عارضی ہے، اور جب یہ ضرورت زائل ہو جائیگی تو ہم اُسکے ضرر سے بھی محفوظ ہو جائینگے۔

حضرات! ارشاد اور تلقین کے لیے (جو ہمارا دینی فرض ہے) ہمکو عوام کے سوال کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ عوام کالانعام جو گوناگوں جہالتوں اور طرح طرح کے مفاسد میں گرفتار ہیں، اُنسے کیونکر توقع ہوسکتی ہے کہ وہ ہدایت اور تلقین حاصل کرنے کے لیے علما کی خدمت میں حاضر ہوں اور سوال کریں؟ اسلیے ہم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خود حرکت کر کے اسلام کی ضروریات کو عوام الناس تک پہنچاوے۔ عام گذر گاہوں میں شاہراہوں میں، میلوں ٹھیلوں میں، اور لہو و لعب کے مجمعوں میں اور جہاں جہاں اس قسم کے لوگ بہ کثرت ہوتے ہیں، جائیں اور انکو احکام اسلام کی تلقین کریں۔ مجھے یہ معلوم ہو کر بہت تعجب ہوا کہ یہاں بعض مسلمان اسلام ترک کر کے عیسائی اور بت پرست ہو گئے ہیں۔ میرے نزدیک اسلام کو چھوڑ کر بت پرستی

اختیار کرنا نہایت تعجب انگیز امر ہے۔ جسکے قلب میں کچھ بھی اسلام کا اثر ہوگا وہ ہرگز عیسائی یا بُت پرست نہیں ہوسکتا۔ جہاں کہیں تھوڑا سا بھی نور موجود ہوگا وہاں تاریکی کا گذر نہیں ہوسکتا۔ اسیطرح جس قلب میں کچھ بھی اسلام کا نور ہوگا وہاں کفر و بُت پرستی کی تاریکی نہیں پہونچ سکتی۔ سید جمال الدین مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان ہوکر نصرانی نہیں ہوسکتا ہاں اگر کوئی محض نام کا مسلمان ہو اور اسلام سے اُسکو کچھ لگاؤ نہ ہو تو یہ اور بات ہے۔ ایسے نام کے مسلمان کو دھوکا اور فریب دیکر طرح طرح کی ترغیبوں اور تحریصوں کے سامان مہیا کرکے ہوشیار مشنری پھانس لیتے ہیں۔ مینے نہایت افسوس کیساتھ سنا ہے کہ ہندوستان میں لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جو بُت پرستوں سے اپنے آپ کو صرف اسلیے ممتاز سمجھتے ہیں کہ وہ گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ گائے کا گوشت کھانے کے سوا ان میں کوئی علامت اُمت کی موجود نہیں ہے۔

حضرات! نہایت افسوسناک امر ہے کہ غریب عام مسلمان بھیڑ بکریوں سے بھی زیادہ مہمل چھوڑ دیے گئے ہیں۔ ہم میں سے کوئی شخص انکی خبر ہی نہیں لیتا اور اُن کی حالت نہایت قابل رحم ہو رہی ہے۔ ان لوگوں کی ہدایت کا کون متکفل ہوسکتا ہے؟ آپ یا آپ جیسے علمائے کرام سے امید کیجا سکتی ہے کہ ایسے مسلمانوں کی ہدایت اور تلقین کے لیے کمربستہ ہونگے اور اسکے متعلق کوئی مستقل انتظام کرینگے۔

حضرات! آپنے اپنی سادگی اور اپنے طلبہ کے زہد و تقشف کا ذکر کیا ہے۔ مرشدوں اور ہادیوں کو جو دوسروں کے لیے قدوہ اور نمونہ ہوں بالضرور ایسا ہی ہونا چاہیے، گو تمام مسلمان ایسے نہیں ہوسکتے۔ ہم نے خود بھی اپنے مدرسہ میں اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے اور داخلہ کے قواعد میں فقیروں کے لڑکوں کو دولتمندوں کے صاحبزادوں پر ترجیح دی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے "قل[1] من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل

[1] ترجمہ اس آیت کا اور دیگر آیات مندرجہ مضمون ہذا کا صفحہ ۱۲۸ پر درج کردیا گیا ہے ۱۲ (رشید احمد)

هی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامہ" اور نیز فرمایا ہے" واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء" غرضیکہ اسلام میں دولت کے لیے بھی کرامت و اجر و مرتبہ ہے، اگر وہ جائز ذرائع سے حاصل کیجاوے اور صحیح مصارف میں صرف کیجاوے، اور فقر کے لیے بھی کرامۃ واجر و مرتبہ ہے، اگر اسکے ساتھ استغنا اور اہلیت ہو۔

حضرات! اشاعت اسلام کے اسوقت دو حصے ہیں ایک اسلام کے احکام و ہدایات کا عام مسلمانوں تک پہونچانا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اس کی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہونگے میں نے قاہرہ کے بازاروں اور قہوہ خانوں میں جاکر بذات خود اسکا تجربہ کیا ہے۔ میں اکثر قہوہ خانوں میں (جہاں زیادہ تر رند اور اوباش لوگ جمع ہوتے ہیں) جایا کرتا تھا اور لوگوں کو جمع کرکے انکی سمجھ کے موافق احکام اسلام سنایا کرتا تھا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اگر اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اسلام کو بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا حصہ اسلام کی اشاعت کافروں اور بُت پرستوں کے درمیان ہے۔ ہندوستان میں صدہا قسم کے بُت پرست ہیں اور یہاں بتوں کے پوجنے والے، درختوں اور پتھروں کے پوجنے والے، چاند سورج اور ستاروں اور بہت لغویات اور خرافات کے پوجنے والے موجود ہیں۔ پس اگر ہمارے پاس دعاۃ اور مبلغین کی ایک مضبوط جماعت موجود ہو تو ان لوگوں میں اسلام کی اشاعت اس قدر سرعت کیساتھ ہوسکتی ہے جو اسوقت ہمارے خیال میں بھی نہیں آسکتی اور ہمکو عیسائیوں سے بہت زیادہ کامیابی ہوسکتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک خاص بات اور ہے جو ہر ایک دور اندیش مسلمان کی توجہ کے لائق ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد بمقابلہ بت پرستوں کے اسقدر قلیل ہے کہ انکی ہستی کو اس ملک میں ہمیشہ معرض خطر میں سمجھنا چاہیئے۔ انگریزی حکومت نے (جو عقل اور عدل کی حکومت ہے) بت پرستوں اور مسلمانوں کے درمیان موازنہ قائم

کر رکھا ہی۔ اگر خدانخواستہ یہ موازنہ کسیوقت اُٹھ جاوے، تو آپ خیال فرما سکتے کہ کیا نتیجہ ہوگا غالباً مسلمانوں کا وہی حشر ہوگا جو اُنکا اُندلس میں ہوا تھا۔

ایک جماعت ہم میں ایسی بھی ہونی چاہیئے جو ان شبہات کو رفع کرے جو اسلام پر کیے جاتے ہیں اور خصوصاً وہ شبہات جو موجودہ زمانہ کے علوم وفنون کی بنا پر کیے جاتے ہیں مگر ایسے شبہات کا رفع کرنا بغیر فلسفہ جدید کی واقفیت کے ناممکن ہی۔ اسلیے یہ ضروری ہی کہ اس جماعت کے اشخاص فلسفہ جدید کے اہم مسائل سے واقفیت رکھتے ہوں۔

مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ آپنے اس فلسفہ کو شروع کیا ہی، اور جدید فلسفہ کی ایک ابتدائی کتاب "النقش فی الحجر" کو درس میں داخل کیا ہی۔ میرے نزدیک یہ کتاب ناکافی ہی؛ اور میں آپکو ایسی کتابیں بتلاونگا جو اس سے زیادہ مفید ہونگی۔ غالباً اس امر میں آپ میرے ساتھ متفق ہونگے کہ ہمارا طریقہ تعلیم محتاج اصلاح ہی۔ طالب علموں کا بہت سا وقت تراجم اور شرح وحواشی کے مطالعہ اور لفظی بحثوں میں غارت ہو جاتا ہی اور جو اصلی مقصود ہی وہ فوت ہو جاتا ہے موجودہ طریقہ کے مطابق اول عربی زبان کی صرف ونحو پڑہائی جاتی ہی۔ حالانکہ طالب علم اُس چیز سے ناواقف ہوتا ہی جسکے اصول وقواعد کی اُسکو تعلیم دی جارہی ہی۔ صحیح اور طبعی طریقہ یہ ہی کہ عوارض سے پیشتر معروض سے واقفیت ہو بچہ کسقدر جلد اپنے ماں باپ کی زبان سیکھ لیتا ہی۔ بعض یورپین علماء علوم وفنون کے متعدد مشرقی زبانیں حاصل کر لیتے ہیں؛ حالانکہ بوجہ بُعد وحنبیت یہ امر اُنکے لیے ہماری نسبت زیادہ مشکل ہی۔ طریقہ تعلیم کے ناقص ہونیکے علاوہ بعض درسی کتابیں بھی ناقص ہیں جنمیں بیجا ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہی۔

حضرات! مجھے افسوس ہی کہ مینے ہندوستان میں علم کو اسقدر ضعیف اور کمزور پایا کہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ یہاں کوئی قدیم مدرسہ موجود نہیں ہی۔ جامع ازہر میں (جو مصر کا قدیم مدرسہ ہی) بارہ ہزار طالب علم تعلیم پا رہے ہیں جن میں اکثر مصری ہیں

اور تین ملین مصری پونڈ اُسکے اوقاف کی سالانہ آمدنی ہی۔ ازہر کے علاوہ دسوق، دمیاط اور اسکندریہ میں بڑے بڑے مدرسے ہیں مگر طریقہ تعلیم ہندوستان کی طرح مصر میں بھی ناقص ہی۔ وہاں بھی متقدمین کا طریقہ تعلیم چھوڑکر متاخرین کا طریقہ تعلیم اختیار کیا گیا ہی۔ حضرت الاستاذ الامام شیخ محمد عبدہ رحمۃ اللہ نے ازہر کے طریقہ تعلیم کی اصلاح میں بہت کوشش کی، مگر انکو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ازہر کی طرف سے مایوس ہوکر اُنہوں نے گورنمنٹ مصر سے ایک اور نیا مدرسہ جاری کرایا جسکا نام مدرسۃ القضاء الشرعی ہی۔ یہ مدرسہ بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہی۔ اور تھوڑی مدت میں زیادہ علوم کی تعلیم (بغیر اسکے کہ طلبا کی استعداد اور قابلیت میں کچھ کمی ہو) وہاں ہوجاتی ہی۔

حضرات! ہم دیکھتے ہیں کہ تحصیل علوم میں ہماری ہمتیں بہت پست ہوگئیں ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں جبکہ ریل اور دخانی جہاز موجود نہ تھے، علماء اندلس سے تحصیل علوم کے لیے بخارا تک جاتے تھے۔ اور جو عمدہ کتاب مشرق میں تصنیف ہوتی تھی بہت تھوڑے زمانہ میں اُسکی نقلیں مغرب میں شائع ہوجاتی تھیں مگر ہماری موجودہ پست ہمتی ہمارے علمی افلاس اور تباہی کا باعث ہورہی ہی خداوند تعالیٰ نے اہل ایمان کی جو صفات بیان فرمائی ہیں وہ ہم پر غیر منطبق ہیں مثلاً " ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً و لکن العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا" آپکو غور کرنا چاہئے کہ جو صفات مومنین کی بیان فرمائی ہیں کیا ہم ان صفات کے ساتھ متصف ہیں؟ کیا خدا نے ہماری حالت بدل دی ہی باوجودیکہ ہم نے اُسکو نہیں بدلا ہی۔ خدا نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ یہ خود ہمارے کرتوت کا نتیجہ ہی۔ " ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر! " مصر میں بھی مسلمانوں کی وہی حالت ہی جو آپ ہندوستان

ہیں دیکھ رہے ہیں۔ بہتر ہو کہ ہم اور آپ متفق ہو کر اپنے اس علمی افلاس کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ آپ ہماری تجاویز سے واقف ہوں اور ہم آپکے قیمتی مشوروں سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرات! اصلاح طریقہ تعلیم کے متعلق جو خیالات مینے آپکے سُنے ہیں میں ان کو غیبی بشارت خیال کرتا ہوں۔ ہم کو امید رکھنی چاہیے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حق غالب ہو کر رہیگا اور باطل مغلوب ہوگا " قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" "بل نقذف بالحق علی الباطل" " وکان حقا علینا نصر المومنین"

حضرات! آپنے بیان کیا ہے کہ ہماری جماعت ایک ضعیف جماعت ہے۔ میں اس معاملہ میں آپ سے اختلاف کرتا ہوں مگر یہ اختلاف ایسا نہیں ہے جس میں ہم کو یا آپکو مزید جرح و قدح یا تائید و تردید کی ضرورت پیش آئی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ہرگز ضعیف نہیں ہیں آپکے پاس ایسی زبردست قوت موجود ہے جو دنیا کی تمام قوتوں سے بڑی ہے بلاشبہ **قوت ایمان اور قوت اسلام** ایسی قوت ہے جسکا مقابلہ دنیا کی کوئی قوت نہیں کر سکتی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی جماعت کسقدر ضعیف تھی مگر دنیا میں کسقدر عظیم الشان اصلاح اس ضعیف جماعت سے ظہور میں آئی تھی یہ جماعت صرف **قوت حق اور قوت ایمان** سے دنیا پر غالب ہوئی تھی۔ ہمارے طالب علم بھی ضعیف نہیں ہیں، مگر ہمکو ان میں حق کی روح پھونکنا چاہیے۔

منجملہ اور مصائب کے ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ اب ہمارے ہاں قرآن مجید کی تفسیر کی تعلیم صرف صرف و نحو اور معانی و بیان کی تعلیم رہ گئی ہے، حالانکہ تفسیر کی تعلیم اس حیثیت سے ہونی چاہیئے کہ وہ روح خداوندی اور مخلوق کے لیے ہدایت ہے۔

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ علماء مسلمانوں کے تمام طبقوں کے پیشرو

ہوں، اور یہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان کے اخلاق قرآن مجید سے ماخوذ نہوں اسلیے میرے نزدیک نہایت ضروری معلوم ہوتا ہی کہ قرآن کی تعلیم کے ساتھ سیرۃ نبوی اور سیرۃ خلفاے راشدین کی تعلیم بھی دیجائے۔

(۱) اے پیغمبر کہدو کس نے حرام کی ہی اللہ کی زینت جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہی اور ستھری چیزیں کھانیکی، کہدو یہ نعمتیں مسلمانوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں اور نری انہیں کی ہونگی قیامت کے دن۔

(۲) اور اللہ ہی نے تم میں ایک دوسرے پر رزق میں برتری دی ہی، سو جنکو برتری دیگئی ہی وہ نہیں لوٹا دیتے اپنی روزی اپنے غلاموں پر کہ وہ سب روزی میں برابر ہوں۔

(۳) اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر ہرگز راہ نہ دیگا۔

(۴) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہی کہ وہ بالضرور ان زمین کی خلافت (سلطنت) عطا کریگا جیسا کہ ان سے پہلوں کی خلافت عطا کی تھی اور انکے دین کو جسکو اُسنے انکے لیے پسند کیا جاکر رہیگا اور انکے خوف کے بعد اُنکو امن دیگا۔

(۵) جو مصیبت تم پر پڑتی ہی سو ان گناہوں کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے کیے اور اکثر سے درگذر فرماتا ہی۔

(۶) اے پیغمبر کہدو کہ دین حق آیا اور دین باطل نیست ونابود ہوا۔ بیشک باطل تو نیست ونابود ہونیوالا ہی تھا۔

(۷) ہم پھینک مارتے ہیں حق کو باطل پر پس وہ باطل کا سر کچل دیتا ہی اور وہ فوراً ملیامیٹ ہوجاتا ہی۔

(۸) اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہمپر لازم تھی۔

عريضة الشكر والترحيب

بحضرة العلامة السيد رشيد رضا
صاحب المنار التي تليت بين
يديه يوم زيارته المدرسة
العربية الكبرى فی دیوبند من قبل
اولياء المدرسة والقائمين بامرها
من انشاء العلامة الفاضل
المولوي حبيب الرحمن صاحب
نائب رئيس المدرسة۔

سپاسنامہ

جو خدام دار العلوم کی طرف سے
مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب
مددگار مہتمم نے علامہ سید رشید رضا
صاحب مصر کی خدمت میں پیش کیا اور
مولانا مولوی سراج احمد صاحب نے
اسکو اردو میں ترجمہ کیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

سادتنا العظام و
حضرة المولى السيد
رشيد رضا حفظكم الله
بالتحية والسلام

اکرام الضيف من واجبات الشرع
ومقتضيات المدنية والانسانية
واخلاق النبوة لاسيما اذا كان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بزرگان انجمن و مولانا
سید رشید رضا اللہ تعالیٰ آپ کو
خوش و خرم زندہ و سلامت رکھے

مہمان کی مدارات ایک ایسی برگزیدہ اور پسندیدہ
خصلت ہے جو تمدن کا اقتضا انسانیت کا جوہر
شریعت کی تعلیم انبیا علیہم السلام کی عادت ہے بالخصوص

جبکہ مہمان کوئی کریم النفس عظیم الشان بلند مرتبہ شخص
ہو جب کہ آپ نے از راہ بے تکلفی محض اخلاق
اسلامیہ کے ادا کرنے اور بزرگان دین کے طریقے
کو زندہ اور برقرار رکھنے کی غرض سے ہمارے
غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا ہمارا فرض تھا کہ ہم بھی
مہمانداری اپنے مہمان مکرم کے شایان شان دو ار
جماعت کے ساتھ پر تکلف دھوم دھام سے استقبال
کرتے لیکن سادگی جس کے بدء فطرت سے ہم خوگر ہیں
اور ضروریات تکلف کا یہاں (دیوبند میں)
نہ ملنا کہ ہنوز اس قصبہ میں شہریت کی شان پیدا
نہیں ہوئی تمدن کی ضروریات خاطر داری اور
مہمان نوازی کے سامان آسائش و آرام کی چیزیں
یہاں دستیاب نہیں ہوتیں اور نیز یہ خیال
کہ چونکہ ہمارے برگزیدہ مہمان کا پاک دل علم
کے انوار سے منور اور بزرگان دین کے اخلاق
حمیدہ سے آراستہ ہے لہذا آرائش و تکلفات
مروجہ جو آج کل کے جدت پسند حضرات کا
شعار ہے اور جس کو اسلام اور پختہ کار مسلمان
پسند نہیں کرتے بالضرور ہمارے مہمان مکرم
کو پسند نہ ہوگا داعی ہوئے کہ ہم ظاہری
تکلفات کو چھوڑ کر صرف اپنے سچے دلی اخلاص

الضیف کریما عظیم الشان رفیع
القدر والمکان وان حضرتکم
ایها السید الجلیل لما اکرمتنا بالزیارة فی ذاتلة
دارنا وقربیتنا وشرفتنا
بالقدوم اداءً لحقوق الاخوة
الاسلامیة واحیاءً لما مضی علیه
السلف الصالح من رفع التکلفات
کان حقا علینا ان نحتفل بکم
احتفالا لائقا یلیق بشانکم ایها
السمیدع البارع لکن السذاجة
التی جبلنا علیها من بدء فطرتنا
وعدم تیسر الحاجات التی لابد
منها فی هذه القریة التی لم تلمم
بساحتها المدنیة ولا توجد فیها
اللوازم العمرانیة واسباب الترفه
والرفاهیة ولما استشعرت به
قلوبنا من ان المولی علی ما تنور
به قلبه من انوار العلم وتهذبت
به نفسه من اخلاق السلف الصالح
لا یعجبه ما اتخذته الامة الناشئة
دیدنا لها من تلك الترهات و

التکلفات التی یاباها الاسلام و
المسلمون دعتنا الی الاقتصار
علی ما فی قلوبنا من الاخلاص الصادق
والحب الخالص الایمانی الذی
ربطنا ایها الجماعة الاسلامیة بعلاقة
واحدة تبقی وتقوی علی بعد الدیار
ومر الدهور والاعصار۔

وکل محبة فی الله تبقی
علی الحالین من فرج وضیق
وکل محبة فیما سواه
فکالحلفاء فی لهب الحریق

فتلك الرابطة الجامعة الاسلامیة
الخالصة التی لا یشوبها ریاء و
لا یکدرها شوائب المطامع والاغراض
والتشبث بما جاء ان اصحاب
رسول الله صلی الله علیه وسلم
کانوا اعمقهم علما وابرهم قلبا
واقلهم تکلفا حملتنا علی رفع
التکلف والعمل بالاقتصاد۔

علیك بالقصد فیما انت فاعله
ان التخلق یاتی دونه الخلق

محبت ایمانی پر اکتفا کریں کہ جس نے دنیا
بھر کے مسلمانوں کو یکجہتی کے رشتہ میں وابستہ
اور اتحاد کے سلسلے میں جکڑ کر بند کر دیا ہے
اور ایک پائدار اور ہمیشہ باقی رہنے والی
شے ہے ؎

خدا کیواسطے ہی جو محبت
اُسے ہر حال میں بیشک بقا ہو
سوا اسکے ہی جو الفت جہاں میں
وہ خود غرضی کے شعلوں سے فنا ہے

پس یہ اسلامی رابطہ جس میں ریا کا شائبہ
ہے نہ کدورت کا طمع کی آمیزش ہے نہ خود
غرضی کی۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پیروی کہ
اُن میں باوصف کمال علم اور صفائی قلب کے
تکلفات کا نام و نشان بھی نہ تھا ہمارے لیے
شمع راہ ہوئی کہ ہم تکلفات سے قطع نظر کر کے
محض سادگی کے ساتھ اپنے مہمان عزیز کا
خیر مقدم کریں۔ ؎

اگر در پئے مصطفےٰ مے روی
میانہ روی بایدت اے اخی

فالمرجو من المولى الكريم الصفح والاغضاء
عن تقصيرنا والنظر الينا بعين المودة والاخاء

اذا اعتذر الصديق اليك يوما
من التقصير عذر اخ مقرّ
فصنه عن عتابك واعف عنه
فانّ الصفح شيمة كل حُرّ

ثم ايها المولى الكريم اذا نظرنا الى مصر
نجدها قبة الاسلام ومهده وهي
ارض خضراء رفيعة المباني فسيحة
المغاني قام العلم فيها على قدم
وساق ونفقت فيها للشرف الفضائل
اسواق لم تزل ولا تزال محفوفة
باهل المعارف والحكم نشاء فيها
في كل عصر حاملوا العلم وحافظوا الملة
وان حضرتكم من بينهم العلم
المشهور الطائر صيته شرقا وغربا
والباهر فضله عجما وعربا قد سبق
في تقويم الاود وتسديد العوج و
حمل الناس على منهاج الفلاح
والسداد وتطهيرهم من وسخ
الزيغ والفساد وان ارض الهند

ہمکو سید مکرم کے الطاف کریمانہ سے اُمید ہی کہ
ہمسے جو کچھ فرو گذاشت ہو اُس سے چشم پوشی اور جو
کچھ خطا ہو اُسکو معاف فرما کر نظر عنایت و الفت سے سرفراز
فرمائینگے ؎ خطاؤ نکا کرے اقرار اپنی + تری خدمتمیں جبکوئی خطا
کار + نہو ناخوش خطا کو بخشدے تو + کہ ہے یہ شیوۂ احرار و ابرار
اے سید مکرم آپکا وطن مالوف (مصر) سبز و شاداب و
پر رونق و پر فضا خوش منظر رفیع العمارات ہونیکے علاوہ
اسلام کا قبہ اور اسلامی دنیا کا گہوارہ ہی۔ ہمیشہ سے علم کا منظور
نظر رہا ہی۔ شرف فضائل کی گرم بازاری نے اہل مصر کی علمی
تجارت کو نفع بخشا اور مالا مال کر دیا ہر زمانہ میں علم کے ارکان
اور ملت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے نگہبان
وہاں پیدا ہوئے ہمیشہ اہل معارف و اہل حکمت کا گنجینہ رہا اور
انشاء اللہ تعالیٰ رہیگا انہیں مصر کے اہل کمال میں سے ایک
آپکی ذات ہی کہ مشرق و مغرب میں آپکے علم کا ڈنکا بجا ہوا ہی
اور عرب و عجم میں فضل و ہنر کا شور مچا ہوا ہی آپکی ذات مقدس
قوم کی ہمدردی میں منہمک ہے اصلاح قوم کا اپنے بیڑا
اُٹھایا ہے قوم کی کج رفتاری دور کرنے میں سعی بلیغ
فرمائی ہے راستی و درستی کی ہدایت کی ہے۔ اہل
زمانہ کو فلاح کی سڑک پر ڈالنے اور گمراہی و کجی
و فساد کے میل کچیل سے اُن کو پاک صاف کرنے
میں بجد جد و جہد سے کام لیا ہی اور ہندوستان بلاد

على بُعْدها من تلك البلاد الاسلامية
وقلة ما بها من الخضرة والنضارة
قد نشأ فيها الاختلاف والافتراق
وحدثت فيها اهواء وآراء - ترى
اهلها احزابا متحزبين وفرقا
متخالفين يضرب بعضهم وجوه
بعض قد نكبهم ذاك الداء العضال
واذاقهم طعم الذلة والخيبة و
النكال وان بلدتنا هذه التي
شرفها حضرتكم من بين بلاد
الهند كزاوية مظلمة او
كارض قفر ليس فيها زرع ولا
دواء ولا شيئ يسر الناظر ويفرح
القادم۔

بقينا حيارى لا نستطيع
حراكا - ولا نرفع رؤسنا حياء
فاي شيئ نتحف به حضرتكم لسامحي
ونكافي تلك المنة التي قلدتموها
اعناقنا۔

نعم عندنا بضاعة مزجاة
من العلوم التي كسدت اسواقها۔

اسلامیہ سے دور پھر یہاں نہ وہ سر و تازگی نہ وہ رونق
وفضا۔ اسپر یہ طرہ کہ بدقسمتی سے آئے دن اختلاف
کی آندھیاں آتی ہیں افتراق کی بجلیاں کوندتی ہیں۔
ہواپرستی وخودرائی نے ناس کردیا ہے جسے دیکھو
اپنی رائے کا متوالا جسے دیکھو اپنے خیالات کا تابع
ایک دوسرے کی آبرو کا لیوا۔ خانہ جنگی فرقہ بندی
نے جمعیت کے شیرازہ کو پریشان کردیا۔ اس مہلک
مرض نے تالب کو پہنچا دیا۔ ذلت و رسوائی کا اچھی
طرح ذائقہ چکھادیا اور پھر یہ ہمارا وطن (دیوبند) جسکو
آپنے تشریف آوری کی عزت سے نوازا ہے اور
ہندوستانی آبادی میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اور
اسکی مثال بعینہٖ اس چٹیل زمین اور تیرہ وتاریک گھری
سی ہے کہ جہاں کسی آنیوالے مہمان کو مسرت وفرحت
اور دلچسپی کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔

ہم شرم سے سر نہیں اٹھا سکتے حیران و
دم بخود ہیں کہ آپکی جناب میں کیا تحفہ پیش کریں اور
کیونکر آپکے اس بار احسان سے جو آپنے ہماری
گردن پر رکھا ہے سبکدوش ہوں ہاں ہمارے
پاس کچھ علوم کی پونجی ہے کہ آج اہل زمانہ کی
ناقدرشناسی سے جس کی کساد بازاری ہے
جس کی دکانیں بند ہیں جس کی بازاروں میں گھاٹا

ولم تبق منها الا الآثار الدارسة
والمغاني الخالية الخاوية ليس فيها
داع ولا مجيب ولا مونس
يانس به لبيب۔ نهديها الى
حضرتكم راجين ان تقع منكم
موقع الرضاء والقبول ونحن
بحمد الله موقنون ان الهدية
وقعت موقعها۔ فهي ضالة للولى
السيد الجليل وهو احق بها
حيث وجدها۔

ايها السيد الجليل والمولى النبيل
كان قد اطل على الاسلام والمسلمين
زمان كادت خيام العلوم الشرعية
ان تتقوض ومياهها تغور و
مبانيها الرفيعة السامية الى
عنان السماء ان تنهار واعلامها
تنكس ورسومها تطمس فقيض
الله جماعة من اوليائه وخزان
اسراره فادركوا الامة المرحومة
قبل ان تستاصل اصولها وتضمحل
فروعها وعلموا بنور الفراسة و

ہے اللہ رے ویرانی کہ اب صرف اُسکے آثار
ویران شکستہ وخالی مکانات ہو کا عالم ہیں وہاں
کوئی داعی ہے نہ مجیب نہ کوئی مونس ہے نہ
حبیب یہ ہدیہ خدمت عالی میں پیش ہے ہم کو خدا
کے فضل سے یقین ہے کہ ہمارا یہ ہدیہ ضرور
شرف قبول حاصل کریگا۔ آپکی گم شدہ دولت ہے
آپ اس کے مستحق ہیں اور یہ آپکا مال ہے جہاں
آپ کو ملے۔

اے سید مکرم ہندوستان میں اسلام
پر ایسا پُرآشوب زمانہ آچکا ہے قریب تھا کہ
علوم شرعیہ کے خیمے اُکھڑ جاتے اُن کے چشمے
سوکھ جاتے انکی عالی شان آسمان سے باتیں
کرنے والی عمارتیں منہدم ہو جاتیں اُن کے جھنڈے
سرنگوں ہو جاتے انکی علامتیں مٹ جاتیں۔ حق تعالے
شانہٗ کے احسان کا شکریہ کس زبان سے ادا ہو
کہ اُس نے اپنے اولیاء کے باخبر اور رازداران
باصفا کی ایک جماعت کو ادھر متوجہ فرمایا خدا
تعالیٰ اُن کی سعی کو مشکور فرمائے کہ انہوں نے
تباہی اور استیصال سے پہلے اُمت مرحومہ
کی دستگیری فرمائی۔ اس برگزیدہ جماعت نے
اپنی فراست ویقین سے معلوم کرلیا تھا

اليقين ان شئون العلوم الاسلامية
ان لم تنتظم وتدخل تحت ضوابط
وقوانين ممهدة لا تكاد تبقى
زمنا يسيرا بل تفنى بفناء العلماء
الذين هم اخلاف الاسلاف
الزاكية، وكان كذلك لو لم
يتدارك الله سبحانه هذه الامة
المرحومة بفضله، فاسسوا هذه
المدرسة سنة ثلث وثمانين
بعد الف ومأتين من الهجرة النبوية
على ذمة المسلمين شرقيهم وغربهم
فيها سواء ووضعوا لها نظاما
مرتبا وقواعد ممهدة - فمن
اصولها حماية زمار الشرع والذب
عن الاسلام ودعوة الناس الى
المحجة البيضاء من غير ان يتعرض
لاحد بسوء او بعنت او يجاهر
بالخلاف الا ما دعت اليه الضرورة
من اظهار الحق وتبليغ احكام الله
فانثال اليها الطلبة من كل صقع
بعيد ومرمى سحيق وملئوا اجوبتهم

کہ اگر علوم شرعیہ کا انتظام نہ کیا گیا اور اُسکی بقا
کے لیے کچھ قوانین وضوابط ممہد نہ کئے گئے تو ہندوستان
میں اُن کا بقا نا ممکن ہوگا بلکہ علمائے ربانیین کی
وفات کے ساتھ یہ علوم بھی مردہ اور اُن کے ساتھ
مدفون ہو جائیں گے۔ اور اگر اللہ سبحانہٗ اپنے
فضل سے اُمتِ مرحومہ کی دستگیری نہ فرماتا
تو اس میں کچھ شک بھی نہ تھا کہ علم ہندوستان
سے رخصت ہو جاتا۔ ان بزرگوں نے سنہ ۱۲۸۳ھ
میں عام مسلمانوں کی ذمہ داری پر اس مدرسہ کی
بنیاد رکھی کسی خاص قوم یا جماعت یا شہر کی تخصیص
نہیں کی بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو وہ ہی مساوی
تعلق واستحقاق ہے جو دیوبند کے مسلمان کو اور
نظام تعلیم وقواعد وضوابط ممہد کئے گئے۔ اس مدرسہ
کی اصلی غرض اور مقصود یہ ہے کہ شریعت محمدیؐ
کی پورے طور پر حفاظت اور حمایت کیجاوے
لوگوں کو اسلام کے سیدھے اور روشن رستہ پر بلایا
جائے نہ کسی کی برائی کے درپے ہوں نہ کسی سے جھگڑا
کیا جائے نہ کسی سے خلاف ہو اپنے کام سے کام
ہو۔ ہاں اگر اظہار حق اور تبلیغ دین کی ضرورت
داعی ہو اور اس لیے کسی کا خلاف ہو جائے تو
ناچاری ہے مداہنت سے بچنا مسلمان کا فرض ہے

من جواهر العلوم وتخلقوا بآداب الشرع والاخلاق الاسلامية وانتشروا في ارض الله دعاة الى الحق وهداة للخلق ثم سلك الناس هذا السبيل فاسسوا في اكثر البلاد والقرى مدارس اسلامية كبيرة او صغيرة على منوالها فصار غصن العلم غضا طريا بعد ان كادت اعاصير الجهل والاهواء والفتن الحادثة تقلعه وبلغت المدرسة منتهى الامال تشد اليها الرحال وتحط في ساحتها اماني الرجال قد خرجت في هذه المدة الفا وقريبا من الالف من كملاء الرجال دعاة الدين وحاملي الشرع وناشري السنة ومبلغي الاسلام تدريسا وتعليما وارشادا وتلقينا ووعظا ومناظرة وتصنيفا وتاليفا - فالهند باقطارها الوسيعة وارجائها البعيدة بحمد الله تعالى ملأى من تلاميذها وحاملي لوائها وناشري ردائها - الناس في ظل من الفيوض العلمية ظليل وطرف

مدرسہ کا قایم ہونا تھا کہ دور دور سے طلبہ ٹوٹ پڑے تعلیم علوم اسلامیہ میں مصروف ہوئے جواہر علوم سے اپنی جیبیں بھر لیں علم کی دولت سے مالا مال آداب شریعت سے آراستہ ہو کر خلق خدا کی ہدایت اور حق کی طرف دعوت کرنے کے لیے دنیا میں پھیل گئے۔ یہ طرز پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ اکثر شہر قصبات دیہات میں مدارس اسلامیہ چھوٹے بڑے ہر قسم کے اسی طرز پر قائم ہوئے جہالت کی آندھیاں خواہشات نفسانی کے جھونکے فتنوں کے بگولے علم کے درخت کو مضمحل کرنا چاہتے تھے۔ الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے چھینٹوں سے درخت علم کی شاخیں ہری بھری و تازہ نظر آنے لگیں اور مدرسہ کو اپنی امیدوں میں پوری کامیابی ہوئی کہ دور دراز ملکوں سے علم کے مشتاق سفر کی زحمتیں برداشت کر کے یہاں آتے ہیں اور فائز المرام ہو کر واپس جاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے اس مدت میں باوجود بے سر و سامانی تقریباً ایک ہزار فاضل امین دین متین حامل شرع و ناشر سنت مبلغ الاسلام مدرسہ نے پیدا کیے ہیں جو تدریس تعلیم ارشاد تلقین وعظ مناظرہ تصنیف تالیف افتا کی گرانقدر خدمات کو انجام دے رہے ہیں۔ ہندوستان باوجود اپنی وسعت کے بحمد اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کے شاگردوں اور علم برداروں اور فیض رسانوں سے بھرا ہوا ہے مسلمان علمی فیض کے گھنے سایہ میں راحت گزیں ہیں تو اسلام

المعاندین عن الطموح الی حصن الشریعۃ
کلیل۔ ھذا وان موسسہا وبانیہا
حضرت الامام مجدد الملۃ البیضاء
وحامل لواء الشریعۃ الغراء مولنا
محمد قاسم رئیسہا الاول
من بعدہ المحامی عن حوزتہا
حضرت الشیخ المحدث الناقد
الفقیہ المجتہد امام الشریعۃ و
الطریقۃ مولنا **رشید احمد**
قدس اللہ اسرارہما کان من
مقاصدہما حمایۃ الدین والمحافظۃ
علی الاسلام من ای طریق دعت
الیہ الحاجۃ لکن تقویۃ جناح العلم
وتکثیر حملۃ الذین ببقائہم تبقی
روح الدین کان مقدما علی کل امر
واھم من کل مہم فافرغوا جہدہم
اولاً فی تنظیم شئونہا وتکمیل
نظامہا واحکام اصولہا وترصیص
قواعدہا وحین فازت المدرسۃ
بمرادھا توجہ ارکانہا الی تکمیل
المدارج الاخر ووضعوا درجۃ

کے دشمن حصن شریعت کی طرف نظر اُٹھانیسے معذور۔
یہ سب کچھ اسوجہ سے ہوا کہ مدرسہ کے مقدس بانی و موسس
حضرت امام مجدد ملت بیضا و حامل لوائے شریعت غرا
مولنا مولوی محمد قاسم صاحب اور اُسکے مربی سرپرست
نگہبان حضرت شیخ محدث ناقد فقیہ مجتہد امام
شریعت و طریقت مولنا مولوی رشید احمد صاحب
قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کی غرض اور مقصود گو یہ
تھا کہ دین کی حمایت اسلام کی حفاظت جس طرح
بھی حاجت داعی ہو کیجاوے۔ لیکن علم کے
بازو کی تقویت اور جماعت علماء کا ابقا کہ جن کی
بقا پر مذہب کی روح کا ابقا موقوف و منحصر ہے
اصلی غرض اور اہم مقصود تھا لہذا اوّلاً انہوں
نے مدرسہ کے قواعد و ضوابط کے استحکام اصول
کی مضبوطی نظامات تعلیم وغیرہ کی تکمیل کی طرف
توجہ اور کوشش بلیغ فرمائی اور جب یہ امور مکمل
ہو گئے اور مدرسہ اپنی مراد کو پہونچ گیا تو مدرسہ
کے ارکین نے دوسرے مدارج کی تکمیل
کی طرف توجہ فرمائی اور مدرسہ میں درجہ
تکمیل مقرر کیا کہ طالب علم بعد تکمیل نصاب
درسی و تحصیل سند فضیلت درجہ تکمیل
میں ترقی کرے اور فنون ضروریہ میں طولیٰ

عليا تسمى درجة التكميل يترقى فيه
الطالب بعد تكميل النصاب الدرسي
الى الفنون العالية الضرورية و
الفوا جمعية تسمى (جمعية) الانصار
وهي جمعية للطلبة المتخرجين من
هذه المدرسة من اهم اغراضها
ومقاصدها تعميم فيوض المدرسة
العالية وبث الاحكام الشرعية في
طبقة العوام والمدافعة عن حوزة
الاسلام فقسموها شعبا - وجعلوا
بعضها للتاليف والتصنيف ونشر
العلوم والمعارف وبعضها لارشاد
الخلق وهدايتهم الى الحق وصونهم
عن تطاول ايدى المضلين وارسال
الوعاظ والمناظرين ولنشر الاسلام
فى البلاد الاجنبية وبعضها التعليم
العلوم الدينية للذين اتموا العلوم
العصرية الجديدة باعطائهم
الوظائف الباهظة ونصبهم
مدرسين فى مدارس
الحكومة ليعلموا ابناء المسلمين احكام الدين

حاصل کرے اور ایک انجمن منعقد کی
جس کا نام جمعیۃ الا الضار ہے یہ اس
مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی انجمن ہے
اس انجمن کا اصل اصول مدرسہ کی فیوض
وبرکات کو پھیلانا، احکام شرعیہ کو عوام
کے طبقہ میں پختگی کے ساتھ پہونچانا اسلام
کی حفاظت معاونین و مخالفین کی مدافعت
کما ینبغی کرنا ہے اس انجمن کے چند شعبے
ہیں۔ دینی رسائل وکتب کی تالیف و
تصنیف اور گمراہوں کے چنگل عوام اہل
اسلام کی حفاظت کرنا۔ واعظین ومناظرین
مقرر کرنا دوسرے ملکوں میں اسلام کی
اشاعت کرنا انگریزی داں فاضلوں
(الیف اے۔ بی اے۔ ایم اے)
کو بڑے بڑے وظائف دیکر دینیات
کی تعلیم دینا سرکاری مدارس میں مسلمان
طلبہ کی دینی تعلیم کے لیے مدرسین مقرر کرنا
دیہات میں مکتب قائم کرنا
وغیرہ ذالک۔
لیکن ان مقاصد
عالیہ

وفرائضه وآدابه وانشاء الكتاتيب
والمدارس فى القرى والكور التى
تحتاج الى ذالك وغيرذالك من
الامور المهمة والمقاصد الرفيعة
لكنَّ هذه المقاصد العالية لا تبلغها
فى اسرع وقت وايسر سعى فانه لابد
لتكميلها من اموال طائلةٍ ومساعٍ
جليلة والمسلمون فى هذا الوقت
غافلون عن مهمات دينهم والله
ميسر كل عسير۔

ايها السيد العظيم والمولى النبيل
ليست هذه الجماعة التى تراها على
الزى القديم فى ثياب خلقة
ليس عليها سمة الارتقاء ولا ابهة
الرفعة والعلاء جماعة متعصبة
يمنعها ضيق الصدر عن كل ما
تحتاج اليه الملة الاسلامية ولا
جاهلة بمهمات الاسلام والمسلمين
وليس فيها شئ من الهمجية كما
يظنه العوام والذين ليس عندهم علم
بحقيقة الحال ولكنها ترى التصلب

میں جلد اور معمولی سعی سے کامیابی نہیں ہو سکتی
ان میں کامیابی کے لیے بہت سا روپیہ
سعی بلیغ ایک ممتد وقت درکار ہے اور
افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان
ضروریات دین سے غافل ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ
ہر مشکل کو آسان فرمانے والا ہے۔

اے سید مکرّم یہ جماعت جس کو آپ
پُرانی وضع پھٹے پرانے لباس میں ملاحظہ
فرما رہے ہیں۔ اور جن پر امیری اور دولتمندی
کا کوئی اثر نہیں ہے ایسی تنگ خیال نہیں ہے
کہ دین و مذہب کی ضروریات کے پورا کرنے
میں اس کو اُسکا تصلّب مانع ہو اسلام
کی ضروریات اور مسلمانوں کی دینی و
دنیوی مہمات سے ہم غافل نہیں ہیں نہ ہم
کاہل اور نکمے تدبیر معاش سے نا آشنا ہیں۔
جیسا کہ عوام اور ناداں دوستوں نے
ہم کو خیال کر رکھا ہے ہاں دین میں پختہ
کاری کو ہم اپنا فرض مذہبی سمجھتے ہیں اور
مداہنت کو برا جانتے ہیں اصول اسلام
و مسائل دین سے مذاق اوڑانے کو ہم
گناہ کبیرہ اور سم قاتل خیال کرتے ہیں

في الدين من أهم الفرائض. تعلم أن المداهنة في الدين تهدمه وأن الاستهزاء والسخرية بركن من أركانه تزلزل بنيانه وتستأصل قواعده. وتعلم أن من رعى حول الحمى يوشك أن يقع فيه وينتهك المحارم. ونحن على يقين من أن بقاء ملة الإسلام ببقاء أصولها وعقائدها الحقة التي مضى عليه سلف الأمة وخلفها. وكلما ازداد تمسك الناس بهذه الأصول ازدادت لهم ذرائع الكسب اتسعت طرق المعاش وتذلل لهم سلم الرقي الديني والدنيوي وانقادت لهم العلوم العصرية والفنون الصناعية.

فالحاصل أنا نرى أن الملة الإسلامية لا بد لبقائها من أمرين. الأمر الأول أن تكون فيها جماعة يحفظون الدين ويبلغون الشريعة إلى جميع الطبقات من المسلمين شغلهم في التعليم والإرشاد والسهر في مطالعة العلوم وحل عويصات المسائل القيام بحق الله تعالى تلاوة وصلوٰة ذكرا و

بلاشبہ ایسی گستاخیوں سے قصر دین میں زلزلہ آجاتا ہے اور مذہب کا مستحکم قلعہ منہدم ہوجاتا ہے۔ شاہی چراگاہ کے پیچھے بکریاں چرانے کو ہم روا نہیں رکھتے اس خوف سے کہ مبادا کوئی بکری اس چراگاہ میں داخل ہوجائے اس لیے محارام خداوندی سے پرحذر رہنا ہمارا اوّلین فرض اور روشن عقیدہ ہے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ بزرگان دین اور سلف صالحین کے پختہ اصول اور سچے عقاید کی پیروی میں بقائے مذہب اسلام منحصر ہے۔ جبتک مسلمان ان محکم اصول کے پابند رہینگے ذرایع کسب معاش اور دینی ترقیوں کے زینے اُن کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

الحاصل ہمارے نزدیک بقاء ملت اسلامیہ دو باتوں پر موقوف ہے۔ اوّل یہ کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے کہ جو مذہب کی خدمت گزار ہو عوام الناس کو احکام شریعت پہونچاکے دن رات تعلیم وارشاد میں مشغول رہے خدمت علوم دینیہ اور عبادت الٰہی میں اپنے آپکو وقف کردے

فكرا هذه الجماعة هي عماد الاسلام ان
فقدت فقد الاسلام وان ضعفت
ضعف الاسلام والامر الثاني ان يكون
طبقة العوام المشتغلين بامور المعاش
عالمين باصول دينهم عاملين باركانه
لا يشغلهم طلب الدنيا والانهماك
في العلوم العصرية عن الفرائض والحقوق
فان استقام الامران استقام الاسلام
وزوال ما بالمسلمين من عوج وضعف
وقد كان الصدر الاول ومن بعدهم
من القرون الصالحة على هذا المنوال
فجمعية الانصار بحمد الله تعالى
تريد ان تتكفل بجميع ملايد المسلمين
منه في امر دينهم لكن ثبت لنا من
التجربة في بلاد الهند ان قلوب العامة
عندت تحب لزخارف المادية
وطمحت انظارهم الى ما يرونه من
الاضواء الحادثة فهم يتاثرون بها
سريعًا ويغلبون حب الدنيا على الدين
فلا ترى احدا يرجح الدين على الدنيا
الا الشاذ النادر وبناءً على هذا

جماعت اسلام کا ستون ہے اور اس کے
عدم و وجود پر اسلام کا عدم و وجود منحصر ہے
دوم یہ کہ ہمارے عوام اور جو حضرات کسب
معاش اور تحصیل علوم مروجہ میں مصروف ہیں
وہ دین سے واقف ہوں ارکان اسلام
پر عامل ہوں دنیا کی طلب اور علوم مروجہ
کی دھن اُن کو فرائض و حقوق مذہبی سے
ناآشنا اور غافل نہ کر دے۔ اگر یہ
دونوں باتیں درست ہو جائیں تو اسلام کا
ضعف اور جو نقائص ہماری غفلت کی بدولت
پائے جاتے ہیں رفع ہو جائیں قرون اولی
اور اُسکے بعد قرون صالحہ کے بزرگونکا یہی طریقہ
تھا۔ سو بحمد اللہ تعالی جمعیۃ الانصار نے یہ
ارادہ کرلیا ہے کہ مسلمانونکی دینی ضروریات
اور اسلامی مہمات کے کفیل ہو۔ مگر چونکہ ہندستان
میں تجربہ سے ہمکو یہ بات خوب ثابت ہو چکی ہے
کہ عام مسلمانونکے دل دنیا کی ظاہری بناؤ سنگھار
پر فدا و شیدا ہیں اور انکی آنکھیں نئی روشنی پر
فریفتہ ہیں اور دنیا کی ان تیز چھریوں سے دین
کے نورانی چہرہ کو زخمی کر دیا ہے آہ ایسا
تو کوئی شاذ و نادر ہی ملیگا جسنے دین کو دنیا پر

صممت الجمعية على ان تجد وتسعى في تكميل ما ينقص من دار العلوم من شعب لتعليم انواع العلوم ووضع نظام للتدريس العلوم فيها تبقى به مصئونة عن ما يكدر موادها او يجرها الى ما هو ليس من مقاصدها او يبدل هيئتها فيستفحل فيها العلوم الدنيوية على العلوم الدينية وتتغلب العلوم العصرية على العلوم القومية و ترى طلبتها عن حلية الدين وسمة التدين التي هما من مزايا طلاب هذه المدرسة ومن الصفات الضرورية لجميع طلبة العلم۔

هذا مجمل احوال المدرسة ومقاصدها التي تسعى الينا بكل عزم وثبات وان اراد السيد الجليل ان يقف على تفصيل هذا الاجمال يجده مسطورا في قانون جمعية الانصار ونظام جمعية قاسم المعارف في السند وغيرهما من التقارير السنوية لدار العلوم وفروعها مما قدم جميعه الى سيادتكم لتطالعوه

اختیار کیا ہو۔ لہٰذا اراکین جمعیۃ انصار نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ دار العلوم تعلیمی قیامت میں کاملیابی حاصل کرے مگر اُس کی قدیم وضع اسلامی طرز قاسمی شان رشیدی انداز بحال خود باقی رہیں اُس میں کسی ایسے امر کی آمیزش نہونے پائے کہ علوم دینیہ خدانخواستہ مغلوب اور علوم مروجہ دنیاویہ غالب ہوجائیں اور بقدر وسع یہ کوشش کیجائے کہ دار العلوم کے طلبہ کے چہروں سے دینداری و تقویٰ شعاری ظاہر ہو جو دار العلوم کے امتیازات میں سے اوّلیں امتیاز ہے۔

یہ جمعیۃ الانصار کے مقاصد کا اجمالی بیان ہے اور اگر جناب اس اجمال کی تفصیل سے واقف ہونا چاہیں تو وہ مدرسہ کے سالانہ روداددوں اور مقاصد جمعیۃ الانصار و قواعد قاسم المعارف سندھ مطبوعہ میں موجود ہے جو کہ جناب کی خدمت میں پیش کئے گئے اور اگر زیادہ وضاحت کی ضرورت سمجھی جائے تو مولانا محمد عبید اللہ صاحب ناظم جمعیۃ الانصار مفصل و مشرح بیان فرما سکتے ہیں۔

عند الفرصة وسيشرح ذلك لكم
شفاهيا المولوى عبيد الله رئيس
جمعية الانصار- ولا يخفى على الشيخ
الجليل ان اعظم مصيبة صبت
على الاسلام وادهى داهية ادركت
المسلمين هي افة علماء السوء وافة
علماء الدنيا- ان العلماء في الاسلام
كالقلب في الجسد- اذا فسد القلب
فسد الجسد كله لا نطلب العلم
الدين بل نطلبه للدنيا ولا نجعله
وسيلة لهداية الخلق وارشاد العباد
بل ذريعة الى حطام الدنيا وجلب
الدراهم والدنانير نختل الدنيا
بالدين فكما ان العلماء ان استقاموا
هم اساطين الدين ونجوم الهداية
كذلك ان زاغوا هم حبائل الشيطان
واعلام الغواية-

نشكو جور الاخوان وتغير الزمان
وذلة العلم وعزة الجهل لكن كل ذلك
علينا من انفسنا لو كنا نقدر العلم حق
قدره ونصون وجهه عن ذلة الطمع

آپ سید مکرم سب سے بڑی مصیبت جو اسلام
پر پڑی ہے اور سب سے بڑا حادثہ جس نے مسلمانوں
کا ناس کر دیا ہے مذہبی اور دنیا دار علماء کی
خرابیاں ہیں علماء اسلام کے لیے بمنزلہ دل
ہیں جب دل نکما اور خراب ہو گیا تو جسم کیونکر
سالم رہ سکتا ہے۔ ہم علم کو دین کے لیے
طلب نہیں کرتے بلکہ دنیا کے لیے طلب
کرتے ہیں۔ ہم علم کو ہدایت و ارشاد خلق
وسیلہ نہیں بناتے لیکن دولت دنیا کے حصول
کا ذریعہ گردانتے ہیں۔ علماء اگر دین پر استقامت
اختیار کریں تو وہ دین کے ستون اور ہدایت
کے ستارے ہیں اور اگر وہ گمراہی اختیار کریں
تو وہ شیطان کے جال اور گمراہی کے
نشان ہیں۔

بھائیوں کی ناعاقبت اندیشی زمانہ کی
گردش علم کی ذلت جہل کی عزت کا شکوہ
کس سے کریں۔ ہائے اگر ہم علم کی قدر دانی
کرتے اور اس کے پاکیزہ چہرہ کو طمع اور
سوال کے غبار سے آلودہ نہ کرتے تو آج
ہم سردار ہوتے دنیا خود ہماری مطیع ہوتی
مگر افسوس کیا کیجئے ہمنے دین کو بدلا ہم خود

والسؤال لكنا ملوكا تزفت الينا الدنيا
لكن غيرنا فغير ما بنا فسبحان الذي
يغير ولا يتغير۔
ولنعم ما قال القائل ما ابرّه وما اصدقه

ولم اقض حق العلم ان كنت كلما
بدا طمع صيرته لي سلما
ولم ابتذل في خدمة العلم مهجتي
لاخدم من لاقيت لكن لاخدما
أأشقى به غرسا واجنيه ذلة
اذاً فاتباع الجهل قد كان اسلما
فان قلت زند العلم كاب فانما
كبا حين لم نحرس حماه واظلما
ولو ان اهل العلم صانوه صانهم
ولو عظموه في النفوس لعظما
ولكن اهانوه فهانوا ودنسوا
محياه بالاطماع حتى تجهما

فالمرجو من حضرة الشيخ ان يدعو لنا ولطلبة دار العلوم
ان يجعلنا الله من المخلصين الطالبين لرضاه الساعين
في مرضاته المجاهدين في خدمة دينه
الباذلين جهدهم في نفع المسلمين
وما توفيقي الا بالله وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

بدل گئے اور ذلیل ہوئے پاک ہے وہ ذات
کہ تغیر پر قادر ہے اور خود تغیر سے منزہ ہے
کیا اچھا اور سچا کلام ہے کسی عربی شاعر کا جسکا
ماحصل اردو نظم میں ہدیہ ناظرین ہے

(۱) گر کے طمع از کو جب طمع آور پائیں ہم ٭ ہو منشأ علم کے زینہ پہ تیغ چھپائیں ہم
(۲) علم سیکھا تا کہ مخدوم جہاں کہلائیں ہم
خوب آگھیر اور آئیں کہا ئیں اور عواس ہم
چاہئے تھا قوم کی خدمت گذاری کے لئے
علم حاصل کرکے قرباں قوم پر ہو جائیں ہم
(۳) کیا شقاوت ہے کہ نخل علم سے عزت کے پھل
ہم نہ کھائیں ڈوب جائیں مونہہ نہ بس دکھلائیں ہم
اتباع جہل اسلم تھا ہمارے واسطے
جبکہ پھل ذلت کے نخل علم دیں سے کھائیں ہم
(۴) علم کا جھنڈا اگر ہے سر نگوں تو کیوں نکہ ہو
جب حقوق اسکے ادا کرنے سے کترا جائیں ہم
(۵) گر بچائیں علم کو ہم دستبرد طمع سے
آپ پھر دیکھیں کہ اسکے کیسے رتبے پائیں ہم
عزتیں دنیا و دیں کی ہمکو حاصل ہوں ضرور
علم دیں کے ساتھ گر تعظیم سے پیش آئیں ہم
(۶) کی اہانت علم کی دنیا میں رسوا ہو گئے
کاش اس غفلت شعاری پر ذرا شرمائیں ہم
علم کے چہرہ پہ ڈالی خاک۔ دست طمع سے
ہائے وہ ناخوش ہوا اب ڈوب کر مر جائیں ہم

اب میں اس سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں اور ملتجی ہوں کہ آپ ہمارے لیے اور دار العلوم کے طلبہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمکو اخلاص نصیب کرے اسکی رضا اور خوشنودی میں سرگرم رکھے دین کی خدمتگذاری کو سرمایۂ حیات بنائیں اور مسلمانوں کی نفع رسانی میں پیش رسائی کو
واقف کر دے۔ السلام